فی الحدیث الاربعین الربیع

تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

مجلس صحافت ونشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۵ مئی ۱۹۹۵ء مطابق ۱۴ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

جلد نمبر ۳۲

شمارہ نمبر ۱۴

سرپرست
مولانا معین اللہ ندوی
ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مدیر مسئول
شمس الحق ندوی

مشاورت
مولانا عتیق احمد بستوی — مولانا محمد واضح رشید حسنی ندوی — مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی — مولانا محمد سلمان حسینی ندوی — مولانا محمد عمر فاروق ندوی — مولانا محمد ثالث ندوی — مولانا محمد رضوان ندوی — مولانا محمد واضح رشید حسنی ندوی

زرتعاون

سالانہ ——— ۱۰۰ روپے
فی شمارہ ——— ۵ روپے
——— بیرونی ممالک فضائی ڈاک ———
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک
——— ۲۵ ڈالر
——— بیرونی ممالک بحری ڈاک ———
بحری ڈاک جملہ ——— ۱۰ ڈالر

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ ۱۰۰ روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں ———

گذارش

خط و کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے ——— مینیجر

مینیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس نمبر 93 ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ 226007 یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں۔
اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں ———

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے آزاد پریس میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے لیے شائع کیا

مطالعہ حدیث کی بنیادی باتیں

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

ترجمہ: بلال عبدالحی ندوی

(آٹھویں و آخری قسط)

تدریس کی روشنی میں بعض تجربات و مشاہدات

علم حدیث میں اپنی کم مائیگی و بے بضاعتی کے پورے اعتراف کے ساتھ اپنے زمانہ تدریس اور علمی و فکری حلقوں سے مناسبت و تعلقات کی روشنی میں اس مختصر رسالہ کے اخیر میں ان قارئین کے لئے جن کا تعلق دینی مدارس اور علم و تحقیق کے مراکز سے ہے اپنی ان مخلصانہ مشوروں اور تجربات و مشاہدات کا ذکر کر دیا جانا مناسب معلوم ہوتا ہے جو راقم کو حاصل ہوئے ہیں۔

۱۔ پہلی چیز جس کا اہتمام بہت زیادہ ضروری اور اہم ہے وہ کتب حدیث کے درس و تدریس اور بحث و تحقیق میں اخلاص و احتساب اور تصحیح نیت ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ان دینی واجبات و اعمال میں جس کو انسان محض امر الٰہی کی تعمیل، رضائے الٰہی کے حصول کے لئے کرتا ہے، ان میں بھی ایمان و احتساب کی شرط لگائی ہے اس لئے کہ ان اعمال میں بھی بعض مرتبہ ماحول کا دباؤ اور لوگوں کے قیل و قال اور تنقید و ملامت کا خوف شامل ہو جاتا ہے اور انسان ان اعمال کو بھی معاشرہ کے اثر سے اور ملامت کے خوف سے کرتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دینی واجبات و اعمال میں بھی حصول ثواب و رضائے الٰہی اور حصول تقرب کی نیت کے استحضار کی قید لگا دی اور یہ بات نبی ہی کہہ سکتا ہے، جس پر اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے، اور وہ انسانی کمزوریوں اور خواہشات نفسانیہ کے اسباب اور شیطانی پھندوں سے بخوبی واقف ہوتا ہے۔

"من صام رمضان ایماناً واحتساباً غفرله ما تقدم من ذنبه" [1]

جس نے رمضان کے روزے رکھے ایمان و احتساب کی نیت سے تو اللہ تعالیٰ اس کے گذشتہ گناہوں کو معاف کر دے گا۔

اور فرمایا۔

"من قام لیلة القدر ایماناً واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه" [2]

جو لیلۃ القدر میں ایمان و احتساب کی نیت سے عبادت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے گذشتہ سب گناہوں کو معاف فرما دے گا۔

تو جب انسان کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ رمضان کے روزے اور شب قدر کی عبادت (جبکہ ان میں مشقت و مجاہدہ ہے) ان کو صرف تقرب الی اللہ اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے مشروع کیا گیا ہے، ان کو ایمان و احتساب سے خالی ہو کر کرے تو وہ اعمال و مساعی جن کے متعدد مقاصد و فوائد ہوتے ہیں، ان کے بارے میں کہا جا سکتا ہے، اس لئے ان اعمال و مشاغل و مساعی میں اس کی طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے کہ ان میں اجر و ثواب کی نیت کا استحضار ہو، اور انفرادی و اجتماعی فوائد ملحوظ ہوں اور اس کی تبلیغ و دعوت ہو، اس کی روشنی میں معاشرہ کا جائزہ لیا جائے اور آنحضرتؐ کے اس ارشاد پر عمل ہو کہ

"نضر الله امرءاً سمع منا شيئاً فبلغه كما سمعه فرب مبلغ أوعى من سامع"

اللہ تعالیٰ اس شخص کو سرسبز و شاداب رکھے جس نے ہم سے کچھ سنا پھر ویسے ہی اس کو دوسروں کو پہنچایا جیسا وہ سنا تھا جس کو اس نے پہونچایا ہے وہ سننے والے سے زیادہ محفوظ رکھنے والا ہوتا ہے۔ [3]

امام بخاری نے اپنی کتاب کی ابتداء بڑی حکمت سے کی ہے اور اس میں توفیق الٰہی شامل ہے کہ انھوں نے سب سے پہلے یہ حدیث ذکر کی ہے۔

"إنما الاعمال بالنيات وإنما لكل امرءٍ ما نوىٰ فمن كانت هجرته إلىٰ دنيا يصيبها أو إلىٰ امرأة ينكحها فهجرته إلىٰ ما هاجر إليه"

اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے، ہر آدمی کو وہی ملے گا جیسی اس کی نیت ہوگی جس کی ہجرت حصول دنیا کے لئے یا کسی عورت سے شادی کے لئے ہوگی تو اسی کی طرف اس کی ہجرت ہوگی، یعنی اس کو ہجرت کرنے کا اجر نہیں ہوگا۔ [4]

اس حدیث سے کتاب کی ابتداء میں امام بخاری کے دو اہم مقاصد ہیں، پہلا مقصد تو یہ ہے کہ امام صاحب نے یہ اشارہ فرما دیا کہ ان کا جمع و تدوین کا یہ عمل محض رضائے الٰہی کے حصول ثواب کی امید میں ہے اور اس لئے کہ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو صحیح سندوں سے ثابت ہے اس کو عام طور پر مسلمانوں اور خاص طور پر علماء اور حدیث سے اشتغال رکھنے والوں تک پہنچا دیا۔

دوسرا مقصد امام صاحب کا یہ ہے کہ وہ پڑھنے والوں کو بھی تصحیح نیت کی دعوت دیں اور رضائے الٰہی کے حصول کا جذبہ پیدا دلائیں، تو حدیث شریف

باقی ص ۲۹ پر

اس شمارے میں

۱	مطالعہ حدیث کی بنیادی باتیں	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۲
۲	یکساں سول کوڈ اور مسلمان (اداریہ)	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۵
۳	نزہۃ الخواطر ۱-۸	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۷
۴	حقائق کی پامالی	مولانا سید محمد واضح رشید ندوی	۱۱
۵	خطابت کی سحر کاریاں	مولانا محمد محب اللہ لاری ندوی	۱۴
۶	یوم عاشور	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۱۸
۷	مسلمانوں کی دوہری ذمہ داریاں	مولانا محمد ابرار الحق صاحب	۲۰
۸	تاریخ دعوت وعزیمت ۲-	پروفیسر وصی احمد صدیقی	۲۲
۹	سوال وجواب	محمد طارق ندوی	۲۵
۱۰	اینٹی بایوٹک کا استعمال	ڈاکٹر رعنا سراج	۲۶
۱۱	مطالعہ کی میز پر	شمس الحق ندوی	۲۷
۱۲	مسلم پرسنل لا کی میٹنگ	(رپورٹ)	۲۸
۱۳	سرکار کے دربار میں	رشید کوثر فاروقی	۳۱

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی =/۱۰ روپئے کے حساب سے زرضمانت پیشگی روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر =/R.20
۲۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۳۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ
Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O.Box No. 842
MADINA MUNAWWARAH -(K.S.A.)

برطانیہ
Mr. M. AKRAM NADWI
O.c.I.S.
St. CROSS COLLEGE
Oxford OX1 3TU - U.K.

ساؤتھ افریقہ
Mr. M. YAHYA SALLO NADVI Sb.
P.O.Box No. 388
Vereniging
(S.AFRICA)

قطر
Mr. ABDUL HAI NADVI Sb.
P.O.Box No. 10894
DOHA - QATAR

دبئی
Mr. QARI ABDUL HAMEED NADVI Sb.
P.O.Box No. 12525
DUBAI -(U.A.E.)

پاکستان
Mr. ATAULLAH Sb.
Sector A-50, Near Sau Quater
H. No. 109 Town Ship Kaurangi
KARACHI-31 (Pakistan-)

امریکہ
Dr. A. M. Siddiqui Sb.
98- Conklin Ave
Woodmere
New York 11598 -(U.S.A.)

اداریہ

یکساں سول کوڈ اور مسلمان

(مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی)

یکساں سول کوڈ کا حوالہ دے کر مسلمانوں کے پرسنل لا میں تبدیلی کو موضوع بحث عرصہ سے بنایا جاتا رہا ہے، اور یہ سمجھا جاتا ہے اور پبلک کو بھی باور کرایا جاتا ہے کہ مسلمانوں کا پرسنل لا سول لا بہت ظالمانہ اور فرسودہ ہے، اور یہ زمانہ کے ساتھ نہیں چلتا۔ اس بات کی وضاحت بے قبل کہ مسلمانوں کا پرسنل لا زمانہ کی ضرورت کے خلاف نہیں ہے۔ یہ توجہ دلانا ضروری ہے کہ خود ملک کے اکثریتی فرقے کے مختلف طبقوں کے اندر متضاد سماجی قوانین رائج ہیں۔ اور ان طبقوں کو ان پر اصرار ہے۔ اور دستور میں ان کی ضمانتیں بھی دیدی گئی ہیں۔ ان کو کوئی نہیں کہتا کہ وہ فرسودہ ہیں، اور وہ ایک دوسرے سے مختلف و متضاد ہیں۔ جب آواز آتی ہے تو مسلمانوں کے حوالے سے آتی ہے۔ حالانکہ ان کا سماجی ضابطہ اور پرسنل لا وہ بڑا جامع اور سماجی الجھنوں کو دور کرنے والا ہے اور زندگی کی دشواریوں کا حل رکھتا ہے۔ مخالف اسلام دانشور حضرات غیر جانبدارانہ غور نہیں کرتے۔

چند سال قبل مطلقہ کے مسئلہ کو لے کر بات چلائی گئی تھی، دراصل مسلمانوں کے پرسنل لا کی گردن پر تلوار چلادی گئی تھی لیکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی رہنمائی میں مسلمانوں کے جذبات و خیالات جب سامنے آئے تو بالآخر مسلمانوں کی شریعت کے تبدیلی سے محفوظ رہنے کو تسلیم کر لیا گیا۔

اور اب آواز دوسرا نکاح کرنے کے عنوان سے اٹھائی جا رہی ہے، بیار بار کے تجربے مسلمانوں کے حق میں بے انصافی اور ان کے جمہوری اور سیکولر حقوق کو نظر انداز کرنے کے ہیں۔ حالانکہ وہ اس ملک کی آبادی میں ۲۰، ۲۵ فیصد ہیں ان کے خلاف ہندوستانی دستور میں ان کے مذہبی حق کا لحاظ بھی رکھا گیا ہے، اس کو نظر انداز کر کے بار بار نئی باتیں کیوں کی جاتی ہیں۔؟

مسلم پرسنل لا کے جو مسئلے خاص طور پر زیر بحث لائے جاتے ہیں۔ ان میں نکاح، طلاق، اسلامی وراثت اور تعدد ازدواج نمایاں ہیں اور ان میں طلاق اور تعدد ازدواج سرفہرست ہیں۔ جہاں تک طلاق کا تعلق ہے شریعت اسلامی میں اس کو اضطراری صورت حال میں حل کے طور پر رکھا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جائز باتوں میں سب سے بُری بات طلاق ہے۔ یہ حل ایسے موقع کے لئے ہے جب شوہر بیوی کا ساتھ رہنا ناقابل برداشت ہو جائے اس صورت میں بیوی کی گلو خلاصی بہتر ہے، یا جذبات، اختلاف و نفرت سے مجبور ہو کر ان کا گلا دبا دینا، آگ لگا دینا بہتر ہے؟ اس کا فیصلہ ہر سمجھدار یہی کرے گا کہ علاحدگی کر دینا بہتر ہے، اس کے لئے شریعت اسلامی میں مرد کو علاحدگی کا فیصلہ خود کر دینے کا حق دیا گیا ہے، جو لفظ "طلاق" جس کے معنی چھوڑ دینے کے ہیں، کے استعمال سے ہوتا ہے۔ اور بیوی کے لئے قاضی کے یہاں شکایت کر کے علاحدگی کروانے سے عمل میں آتا ہے جس کو خلع کہتے ہیں۔

اس ضمن میں ایک بات نکاح کے سلسلہ میں یہ بھی سمجھ لینے کی ہے کہ ہندو مذہب اور مسلمان مذہب میں نکاح کی حیثیت بہت مختلف ہے۔ ہندو مذہب میں نکاح کے ذریعہ شوہر بیوی میں ایسا جوڑ طے کر دیا جاتا ہے جو کسی حالت میں بھی نہیں ٹوٹتا، حتیٰ کہ شوہر کے مرنے پر بھی یہ تعلق نہیں ٹوٹتا۔ ایسے میں ان کے یہاں طلاق نہ ہو تو تعجب نہیں، لیکن مسلمانوں کے مذہب میں نکاح ایک باقاعدہ اور ٹھوس معاہدہ اور پیکٹ ہے جو بعد میں آپس کا جوڑ نہ رہنے اور ایک دوسرے کو برداشت نہ کر سکنے کی صورت میں ختم کیا جا سکتا ہے، لیکن یہ پیکٹ کرنے اور پیکٹ ختم کرنے کے لئے مضبوط ضابطے مقرر ہیں، طلاق ہو جانے کے بعد اسلام میں بیوی بیوی نہیں رہتی۔ اسی لئے اس کے نان نفقہ کا بھی سوال نہیں اٹھتا۔ ہاں متاع کا حق ہے۔ یعنی رخصت کرتے وقت اکرامیہ یعنی خوش دلی پیدا کرنے کے لئے کچھ دے کر رخصت کرنا۔ طلاق یا خلع کے بعد بیوی شادی سے قبل کی حالت پر لوٹ جاتی ہے، اور وہ دوبارہ اپنے میکے کی فرد بن جاتی ہے۔ اس لئے طلاق مسلمان معاشرہ میں کوئی مصیبت کی بات نہیں ہے۔ البتہ اسلام میں ہر طرح تاکید ہے کہ طلاق مجبوری پر دی جائے اور تین مہینے کے اندر سوچ سوچ کر دی جائے۔

دوسرا مسئلہ تعدد ازدواج یعنی کئی بیوی رکھنے کا ہے تو اولاً جائزہ لیا جائے تو اس طرح یہ مسلمانوں سے زیادہ دیگر قوموں میں ملے گا۔ ہندو معاشرہ

میں یہ زیادہ ہے مسلمانوں کے یہاں یوں بھی کہ ہے۔ کہ اس کو اسلام نے ضرورت اور مشکلات کا حل بتایا ہے۔ جب کوئی شوہر اپنی بیوی کو اس لائق نہ پائے کہ اس کی توقعات پوری کرتی ہو اور اس سے اس کا جوڑ نہ بنتا ہو اور طلاق دینے میں بیوی کا نقصان ہو یا شریفانہ وضعداری کے خلاف معلوم ہوتا ہو تو اس کو باقی رکھتے ہوئے شوہر کو دوسری بیوی لانے کا حق دیا گیا ہے۔ لیکن دونوں کے حق کو یکساں ادا کرنے کی شرط رکھ دی گئی ہے۔ اسی طرح بعض وقت ملک میں مردوں کی قلت ہو جاتی ہے جیسا کہ جنگِ عظیم کے بعد یورپ میں ہوا۔ عورتیں بڑھ جاتی ہیں۔ ایسے حالات کا حل بھی تعدد ازدواج ہے ورنہ پھر کرپشن سے بچا نہیں جا سکتا ہے۔

سماجی زندگی میں جو مشکلات پیش آتی ہیں ان کے لئے اگر شریفانہ حل نہ رکھا جائے تو انسانی مجبوری غیر شریفانہ حل تلاش کرتی ہے اور اس کے نتیجہ میں جنسی بے راہ روی اور ظلم حتیٰ کہ قتل کے واقعات رونما ہوتے ہیں جس کی مثالیں اب کثرت سے سامنے آرہی ہیں، بیوی کو زندہ جلا دینے کے واقعات حیرت انگیز تعداد میں پیش آرہے ہیں کیونکہ شوہر بیوی سے مطمئن نہ ہونے پر جب طلاق نہیں دیتا تو جلا دیتا ہے کبھی تعلقات خراب ہو جانے پر اور کبھی جہیز اور جوڑے گھوڑے نہ لانے پر جس کو اسلام میں منع کیا گیا ہے، اسلام میں نکاح کا بوجھ اصلاً مرد پر ڈالا گیا ہے اس کو مہر دینا پڑتا ہے یعنی ایک وقیع رقم بیوی کو پیش کرنا ہوتی ہے بیوی پر اسلام نے کچھ لانے کی ذمہ داری نہیں ڈالی ہے جو لوگ اس کے خلاف کرتے ہیں وہ شریعت اسلامی پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں، اس میں اسلام کا قصور نہیں ہے، اسلامی شریعت کو اگر مسلم دشمنی کے اثر سے ہٹ کر اور غیر جانبدارانہ نظر سے دیکھا جائے تو اس میں ایسی مشکلات کے شریفانہ حل رکھے گئے ہیں، بجائے اس کے کہ ان کو بڑھا دیا جائے اور ان سے فائدہ اٹھایا جائے ان پر پابندی لگانے کی بات کرنا حالات کو خرابی کی طرف لے جانے کے مرادف ہے۔

اور جہاں تک اسلامی شریعت کی اہمیت کی بات ہے تو وہ مسلمانوں کے لئے ویسی ہی لازم اور ضروری ہے جیسے ان کا عقیدہ، شریعت میں تبدیلی کرنے یا تبدیلی کو صحیح سمجھنے کے بعد مسلمان مسلمان نہیں رہتا، اس طرح شریعت کی تبدیلی مسلمان کے لئے گویا مذہب کی تبدیلی ہے، اس لئے مسلمانوں نے ہمیشہ اپنی شریعت کی حفاظت کے لئے پورے پورے عزم و ہمت کا ثبوت دیا ہے جیسا کہ مطلقہ کے نان نفقہ کے مسئلہ میں پیش آیا اور مسلمانوں نے متحد ہو کر اس کے خلاف آواز اٹھائی اور پارلیمنٹ کے ارکان کو سمجھایا، وزیر اعظم نے اہمیت کو تسلیم کر کے قانون بنا کر مسلمانوں کو مستثنیٰ کیا، یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ مسلمانوں کو اسلامی شریعت کا ماننا ویسا ہی ضروری ہے جیسا اپنے مذہب کو ماننا، شریعت میں تبدیلی کو تسلیم کرنا مذہب کو تبدیل کر لینے کی طرح کا عمل قرار پاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو پورے صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں ہدایت دی گئی ہے کہ وہ اللہ کے رسول کے دیئے ہوئے احکام کی پیروی کریں اور جن باتوں سے انھوں نے منع کیا ہے اس سے باز رہیں۔" مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا" اور ایک دوسری آیت میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ: "فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ الخ" تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں۔ اور جو فیصلہ تم کر دو ..... اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔ (نساء آیت ۶۵)

قرآن مجید ہی میں ایک جگہ اس بات کی بھی صراحت کر دی گئی جس کو نبی کریم کی حیاتِ طیبہ کے اختتام کے قریب نازل کیا گیا کہ اب دین (یعنی مذہبی احکام کی تکمیل کر دی گئی ہے یعنی جو احکام آچکے اب اس میں تغیر نہیں ہوگا، فرمایا: "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" یعنی آج میں نے تم پر دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو یعنی اسلامی احکام و شریعت کو ہی پسند کیا ہے۔

اور قرآن میں ہی ایک جگہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں دین یعنی مذہبی احکام اسلام کے ہی ہیں اور فرمایا کہ جو بھی اسلام یعنی اس کے احکامات سے ہٹ کر دوسرے احکام طلب کرے گا تو خدا کے یہاں اس کی یہ بات قبول نہیں کی جائے گی، فرمایا: "اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ" اور "وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ"

پھر اس سب سے بڑھ کر یہاں تک ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو بعض وقت میرے پاس دو فریق اپنا قضیہ لاتے ہیں، بعض وقت ایک فریق زیادہ چرب زبان اور دلائل کو عمدہ طریقہ سے پیش کرنے والا ہوتا ہے دوسرا اس معاملہ میں کمزور پڑتا ہے ایسی صورت میں دلائل کو اچھے طریقے پیش کرنے والے کی بات کو ہو سکتا ہے صحیح سمجھ کر اس کے حق میں فیصلہ دے دوں تو سن لو کہ میرے فیصلے سے اس کا حق نہیں بن جائے گا وہ اگر اس سے فائدہ اٹھائے گا تو گویا آگ کے انگارے لے رہا ہے۔ چنانچہ اسلام میں شریعت کے احکام کی پابندی کی اس طرح تاکید کی گئی ہے اور اس کو اسلام کے لئے بنیادی قرار دیا گیا یہ احکام قرآن مجید میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانوں میں اور فیصلوں میں ملتے ہیں ان کو ماننا مسلمان ہونا ہے اور ان کا انکار کرنا یا بدل دینا اپنے کو اسلام سے خارج کر دینا ہے اس لئے مسلمانوں کو اپنی شریعت اسلامی کو قائم رکھنے اور تبدیلی نہ ہونے دینے پر اصرار ہے کیونکہ یہ مسلمان کے مسلمان رہنے نہ رہنے کا بن جاتا ہے۔

ہندوستان کا دستور ہندوستانی عوام کا دستور ہے اس میں ہندو بھی ہیں مسلمان بھی ہیں سکھ بھی ہیں عیسائی بھی ہیں، جینی بھی ہیں، بدھسٹ بھی ہیں۔ دستور میں اپنے اپنے مذہب کے مطابق زندگی گذارنے کا حق سب کا تسلیم کیا گیا ہے اور یونی فارم سیول کوڈ کی ضرورت بھی بنا نا گئی ہے لیکن سب کے مذہبی حق کو بھی تسلیم کیا گیا ہے لہٰذا یونی فارم سیول کوڈ اس حق کو ختم کر کے نہیں ہو سکتا۔ اس کا لاگو کرنا ہو سکتا ہے۔

الإعلام بمن في تاريخ الهند من الأعلام

نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر ۱-۸

تعارف: بقلم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

یہ ضخیم کتاب برصغیر ہند کی چودہ سو سالہ عہد کی ممتاز و نامور شخصیتوں کے تعارف پر مشتمل ہے جس نے کسی کتب خانہ کا خالی ہونا یا کسی علمی شخصیت کا اس سے ناواقف ہونا بہت بڑی کمی اور عیب کی بات ہے۔ اس کتاب کے تعارف پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کا یہ گرانقدر مضمون ہے اہل علم اور طلبا کی واقفیت کے لیے مناسب معلوم ہوا کہ مضمون قارئین تعمیر حیات تک پہنچا دیا جائے تاکہ اہل ذوق حضرات اس علمی خزانہ سے جو ایک کتب خانہ کی حیثیت رکھتا ہے استفادہ کر سکیں۔

ادارہ

الحمد لله وسلامٌ على عباده الذين اصطفىٰ!

ہندوستان کی دینی و علمی عظمت اور اس کے تاریخی اسباب

اسلامی تاریخ کا ہر شناسا اس حقیقت سے بخوبی واقف ہے کہ ہندوستان عالم اسلام کی طلائی زنجیر میں ایک اہم کڑی کی حیثیت رکھتا ہے اور اسلامی افکار و علوم میں اپنا خصوصی کردار ادا کر چکا ہے، مولانا سید عبدالحی حسنیؒ کی کتاب "الثقافة الإسلامية في الهند" ایک اجمالی نظر ڈالنے ہی سے اس دعویٰ کی تصدیق ہو جائے گی کہ اسلامی علوم و فنون کی خدمت میں ہندوستان کا حصہ کسی دوسرے ملک سے کم نہیں بلکہ بیشتر ممالک سے زیادہ ہے۔

یوں تو ہندوستان میں اسلامی قافلوں کی آمد کا سلسلہ پہلی صدی ہجری کے وسط ہی سے شروع ہو گیا تھا لیکن ساتویں صدی ہجری کے آغاز میں عالم اسلام پر تاتاریوں کے حملہ کے بعد یہاں مسلمانوں میں ہندوستان کی طرف ہجرت کا عام رجحان پیدا ہو گیا تھا اور وہ اس عہد میں سب سے مضبوط اسلامی حکومت کا مرکز، عالم اسلام کے ایک سرے پر واقع ہونے کی وجہ سے اسلام کا سب سے مضبوط قلعہ سمجھا جاتا تھا ہجرت کا یہ رجحان ایران، ترکستان، اور ماوراء النہر میں زیادہ تھا کیوں کہ ساتویں صدی کے آغاز میں یہی علاقے تاتاری یورش کا خاص طور پر نشانہ بنے تھے، ہندوستان کی اسلامی حکومت علم و فن کے ان قافلوں کا بڑی فراخدلی سے استقبال کرتی تھی اور اہل فضل و تقویٰ کے لیے اس کا سینہ ہمیشہ کشادہ رہتا تھا۔

یہ عجیب بات ہے کہ وہ تاتاری جن کو ناقابل شکست سمجھ لیا گیا تھا جب ہندوستان پر حملہ آور ہوئے تو ان کو منہ کی کھانی پڑی اور ان کا زور ٹوٹ گیا، تاریخ بتاتی ہے کہ صرف سلطان علاء الدین خلجی (۶۹۶ھ تا ۷۱۶ھ) کے عہد میں ہندوستان پر تاتاریوں کے پانچ حملے ہوئے، لیکن علائی فوجوں نے انھیں شکستِ فاش دیکر ان کا منہ پھیر دیا، اور ہمیشہ کے لیے ان کے حوصلے پست ہو گئے۔

اس طرح علمائے اسلام کو اس ملک میں درس و تالیف اور اشاعتِ علم و دین کا پرسکون موقعہ ملا ہندوستان میں اسلامی ثقافت میں اس وقت برگ و بار آئے جب سارا عالم اسلام خزاں کی لپیٹ میں تھا اور علم و ادب اور نشر و فن کی دنیا میں ہر طرف انحطاط و زوال چھایا ہوا تھا۔ عالم عربی جس کے ایک بڑے حصہ پر عجمی النسل فرماں روا تھے، اور مصر و شام جن پر ترکی النسل ممالک کی حکومت تھی، ذہنی اضمحلال اور علمی تعطل کا شکار تھے، ہر طرف تقلید عام تھی ابداع اور اختراع کا تصور ہی ختم ہو گیا تھا، اس دور خزاں میں اسلام کا درخت ہندوستان میں نئے برگ و بار لا رہا تھا۔ دیہات و قصبات تک میں علماء و اہل نظر کے بے شمار حلقے قائم تھے، جن میں اہل قلم یکسوئی سے علمی خدمات میں مصروف تھے، مشائخ اور صوفیاء زہد و عبادت اور ارشاد و افادہ کے لیے خانقاہوں کو آباد کئے ہوئے تھے، ان کی اتنی کثرت تھی کہ اس زمانہ کی تاریخ و تذکرہ پڑھنے والے کو بعض اوقات ایسا محسوس ہونے لگتا ہے جیسے یہاں علم و تالیف تربیت قلب اور تزکیۂ نفس کے سوا کوئی اور مشغلہ ہی نہ تھا، اور علماء و صوفیاء کے علاوہ کوئی بستا ہی نہ تھا۔

ہندوستان کی تاریخ اور مشاہیر رجال کے تذکرہ سے عرب مؤرخین کی بے اعتنائی :-

لیکن متعدد وجوہ سے ہندوستان عرب مؤرخین کی نگاہوں سے پوشیدہ رہا۔ ایک بڑی وجہ تو یہ تھی کہ ہندوستان اس عالمی گذرگاہ سے الگ تھا جس سے علم و فن کے کارواں گزرتے تھے، دوسری وجہ یہ تھی کہ فارسی سرکاری زبان ہونے کی وجہ سے

تالیف وتصنیف کی زبان بھی بن گئی تھی، خوش قسمتی سے حج کی تقریب سے علمائے ہند کو عرب جانے کا موقعہ ملتا تھا، اور عقیدت کی کشش ان کو بار بار حجاز کھینچے لے جاتی تھی بہت سے لوگ طویل قیام کرکے وہاں کے مشائخ سے علوم خصوصاً حدیث میں استفادہ کرتے تھے واقعہ یہ ہے کہ اگر حج کی تقریب نہ ہوتی تو عالم عرب کو بھی کسی کو لبس کی ضرورت ہوتی جو اس انوکھی دنیا کا پتہ لگاتا۔

اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ حافظ سخاوی نے اپنی تشہور کتاب "الضوء اللامع" (جس کے ۱۲ اجزا ہیں) جس میں نویں صدی کے علماء کے حالات پر مشتمل ہے، اور اس میں ۱۱۶۱ تراجم (تعارف وسوانح) موجود ہیں ہندوستان کے صرف اڑتیس[۳۸] علماء کا ذکر کیا ہے اور علامہ شوکانی یمنی نے ہندوستان سے قریب ہوتے ہوئے بھی "البدر الطالع" میں ساتویں صدی سے لیکر بارہویں صدی تک ہندوستانی علما میں صرف سات کا ذکر کیا ہے۔ مجبی نے اپنی کتاب "خلاصۃ الأثر" میں گیارہویں صدی کے علما ہند میں سے ۴ کا تذکرہ کیا ہے حالانکہ ان کی کتاب میں جن شخصیات کا تذکرہ آیا ہے، ان کی تعداد بارہ سو[۱۲۰۰] نوے ہے اس طرح مرادی نے "سلک الدرر" میں بارہویں صدی کے صرف سات علماء ہند کا تذکرہ لکھا ہے۔

"نزہۃ الخواطر" کی خصوصیت

مولانا حکیم سید عبدالحی صاحبؒ کی کتاب "نزھۃ الخواطر" اس لحاظ سے اس وقت سب سے بڑا جامع اور وسیع تذکرہ ہے، جو ہندوستان کے کسی مصنف کے قلم سے نکلا ہے۔ اوّلاً وہ کسی خاص طبقہ اور صنف کے ساتھ مخصوص نہیں ان میں علماء ومشائخ، سلاطین وامراء، شعراء وادباء، اور ہر صنف وفن کے اہل کمال دوش بدوش اور پہلو بہ پہلو نظر آتے ہیں، ثانیاً اس کا تعلق کسی خاص تاریخی عہد اور صدی سے نہیں بلکہ مسلمانوں کے داخلۂ ہند سے اپنے عہد (چودھویں صدی ہجری، بیسویں صدی عیسوی) تک کے اعیان ومشاہیر کا تذکرہ ہے، ثالثاً اس کا تعلق کسی خاص خطۂ ملک ولایت یا علاقہ سے نہیں بلکہ درۂ خیبر سے لے کر خلیج بنگال اور بحیرۂ عرب کے ساحل تک، اور کشمیر کی چوٹی سے ہندوستان کی جنوبی سرحد کنیا کماری تک اس کا دامن پھیلا ہوا ہے۔

ہندوستان جیسے وسیع ملک کا (جس کو ایک تحتی برّ اعظم کہنا زیادہ صحیح ہوگا) احاطہ اور اس میں پیدا ہونے والے تمام اہل کمال اور ممتاز شخصیتوں کی نشاندہی اور سوانح نگاری جن میں سے ایک بڑی تعداد گوشۂ گمنامی میں پڑی رہی اور جن میں سے بہت سے اہل کمال کا تعلق قصبات وقریات سے ہے اور وہ ان مؤرخین کی نظر سے جو بالعموم حکومتوں کے مرکزوں اور نامی گرامی شہروں سے تعلق رکھتے تھے، اوجھل رہے، استیعاب واستقصاء کرنا بڑی عالی ہمتی جانکاہی اور حقیقتاً توفیق خداوندی کا ثمرہ کہا جاسکتا ہے۔

تراجم کی وہ کتابیں جو زمانی لحاظ سے قرن اول سے لیکر مصنف کے زمانہ تک اور مکانی لحاظ سے مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک محیط ہوں اور ان میں ہر صاحب فضل وکمال کا ذکر ہو اور ہر فن کے مشاہیر کا تذکرہ ہو ایسی جامع تصنیفات سے اکثر عربی اور اسلامی ممالک (ترکی اور مراکش سے انڈونیشیا اور ملیشیا تک) خالی نظر آتے ہیں

مطالعہ کا ذوق رکھنے والے اور مطلع اشخاص اس سے بخوبی واقف ہیں کہ اسلامی ملکوں میں تراجم وسیر پر جو کتابیں لکھی گئیں، جن میں وہاں کے رجال اور مشہور شخصیات کے احوال وسوانح سامنے آئے وہ یا تو کسی صدی کے ساتھ خاص ہیں جیسا کہ علامہ ابن حجر کی "الدرر الکامنۃ فی اعیان المأۃ الثامنۃ" جو آٹھویں صدی کے مشاہیر کے حالات پر مشتمل ہے، سخاوی کی "الضوء اللامع فی رجال القرن التاسع" جس میں نویں صدی ہجری کے مشاہیر کا تذکرہ ہے۔ حضرمی کی "النور السافر فی رجال القرن العاشر" جس میں دسویں صدی کے مشاہیر کے حالات ہیں، محبی کی "خلاصۃ الأثر فی رجال القرن الحادی عشر" جو گیارہویں صدی کے رجال پر لکھی گئی مرادی کی "سلک الدرر" جو بارہویں صدی کے مشاہیر کے حالات پر مشتمل ہے اور "البدر الطالع لمحاسن من بعد القرن السابع" جو شوکانی کی تصنیف ہے اور اس میں ساتویں صدی کے بعد کے مشاہیر کے حالات ہیں۔

یا وہ کتابیں ہیں جو خاص فن یا موضوع کے ماہرین اور اس کی ممتاز شخصیتوں کے تعارف کے لئے لکھی گئی ہیں جیسے "طبقات الأطباء" "طبقات النحاۃ" اور "طبقا الأدباء" یا کسی فقہی مسلک کے ماہرین وحاملین کے حالات پر مشتمل ہیں، جیسے "طبقات الشافعیۃ الکبری" "طبقات الحنابلۃ"۔

لیکن مولانا سید عبدالحی صاحبؒ کی کتاب "نزھۃ الخواطر" نہ کسی صدی کے ساتھ مخصوص ہے نہ کسی فن کے ماہرین کے ساتھ، نہ کسی فقہی مسلک ومکتب خیال کے نمائندوں اور ناموروں کے ساتھ، وہ زمانی اعتبار سے بھی، مسلک ومکتب خیال کے اعتبار سے بھی، موضوع اور دائرۂ کمال کے لحاظ سے بھی، عمومی اور ہمہ گیر ہے۔

اس کتاب میں مصنف نے اپنی علمی وتحریری صلاحیتیں اور خداداد مزاجی وفطری خصوصیات صرف کردی ہیں اور وہ مصنف کے فضل وکمال

کا نچوڑ اور ان کی وسیع النظری اور وسیع القلبی اور خلوص کا مظہر ہے، کتاب میں کسی مسلکی یا جماعتی عصبیت اور جانبداری سے کام نہیں لیا گیا ہے بے تکلف صاحب ترجمہ کے کمال یا اختصاص کا اظہار کیا گیا ہے اور مؤرخانہ ومنصفانہ طریقہ پر کمزوریوں یا افراط وتفریط کی طرف اشارہ بھی، اس میں احساس کی پاکیزگی بھی ہے، شعور کی لطافت بھی جمال وکمال کی صفات کے اظہار میں قلم کی روانی بھی ہے اور صاحب سوانح کے امتیاز وکمال کا بے تکلف اعتراف بھی، مدح وتعریف میں اعتدال، تنقید میں کمزوریوں کی نشاندہی کی گئی ہے، جن سے کوئی فرد بشر خالی نہیں، عبارت میں سلاست وبلاغت ہے، موضوع میں تنوع ہے، نہ اس میں اکتاہٹ ہے نہ پڑھنے والے پر کوئی بار ہوتا ہے، وہ ایک پسندیدہ معلومات افزا قصہ گو اور خوش مزاج ہم نشین کی طرح ہے جس میں لذت وحلاوت بھی ہے، موعظت ونصیحت اور درس وعبرت بھی اس لیے مصنف نے کتاب کا نام "نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر" (دلوں کے لیے سیر اور دیدہ وگوش کے لیے تفریح کا سامان) رکھا۔

کتاب پر ہندوستان کے دو ممتاز ترین اہل علم ونظر کے تبصرے

ہم یہاں پر دو نامور اہل نظر فضلاء کا تبصرہ وتأثر نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں، مولانا سید سلیمان ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:-

"اسلامی ہندوستان کے پورے ہزار سالہ عہد میں شعراء ومشائخ وسلاطین کے سیکڑوں تذکرے اور تاریخیں لکھی گئیں، لیکن آزاد بلگرامی کی تصنیفات کو چھوڑ کر کوئی مختصر رسالہ بھی مستقل یہاں کے علماء وفضلاء کے حالات میں نہیں لکھا گیا، مولانا سید عبدالحی مرحوم نے اس نقص کو محسوس کیا اور پورے بیس برس اس کام پر انھوں نے صرف کئے، اس عرصہ میں ہندوستان کی اس سرحد سے اُس سرحد تک، کوئی کتب خانہ نہیں چھوڑا جہاں ان کو ذوق طلب کھینچ کر نہ لے گیا ہو اور بالآخر ۸ جلدوں میں علماء ہند کی پوری سوانح عمریاں جمع کیں، اس کا مقدمہ لکھا جس میں ہندوستان کے اسلامی علوم وفنون کی تاریخ مرتب کی عربی میں ہندوستان کی اسلامی تاریخ، سلاطین اسلام، یہاں کے اسلامی تمدن، مساجد، مدارس، عمارات شفاخانے اور دیگر خصوصیات پر ایک پوری کتاب تیار کی"

مشہور فاضل ومحقق عالم مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی نے راقم الحروف کے نام اپنے گرامی نامہ میں جو یکم نومبر ۱۹۴۵ء کا لکھا ہوا ہے اپنے اس گہرے تأثر کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا:-

"یہ واقعہ ہے کہ آپ کے والد مرحوم کی چیزوں سے یوں تو مجھے بچپن سے ہی خاص دلچسپی رہی ہے، لیکن "نزہۃ الخواطر" کی قدر وقیمت مجھ پر اپنی اس کتاب کے لکھتے وقت جتنی ظاہر ہوئی اس سے پہلے نہیں ہوئی تھی اللہ کے اس مخلص بندہ نے کمال کردیا ہے، سمندروں کو کھنگال گئے، لیکن پتہ بھی چلنے نہ دیا، خدا کرے کہ ان کی محنت سے استفادہ کا موقع دنیا کو مل جائے، ایک انقلابی کام ہے جسے وہ کرکے چلے گئے ہیں، اب یہ ہم لوگوں کی توفیق کی بات ہے کہ اس سے خود مستفید ہوں اور دوسروں کو مستفید ہونے کے مواقع پیدا کریں"

کتاب کا تاریخی رقبہ اور تراجم کی تعداد

کتاب کی پہلی جلد پہلی صدی ہجری کی نامور شخصیات سے لیکر ساتویں صدی ہجری کی نامور اور قابل ذکر شخصیات کے تراجم اور تذکروں پر مشتمل ہے، دوسری جلد آٹھویں صدی کی، تیسری جلد نویں صدی کی، چوتھی جلد دسویں صدی کی، پانچویں جلد گیارہویں صدی کی، چھٹی جلد بارہویں صدی کی، ساتویں جلد تیرہویں صدی کی اور آٹھویں (آخری جلد) چودھویں صدی ہجری، اور معاصرین کے تذکرے پر مشتمل ہے، تراجم اور تذکروں کی مجموعی تعداد چار ہزار پانچسو چودہ[۴۵۱۴] تراجم سے کچھ زیادہ ہی ہے، یہ پورا سلسلہ (مکمل آٹھ جلدیں) ۳۲۴۰ صفحات میں آیا ہے۔

نئے نام سے کتاب کا جدید ایڈیشن

یہ کتاب اولاً مصنف کے رکھے ہوئے نام "نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر" کے نام سے دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد کی طرف سے شائع ہوکر مقبول ہوئی اور اس کے دو ایڈیشن نکلے، یہ دائرہ اور ریاست حیدرآباد کا بڑا علمی کارنامہ اور علمی وتاریخی احسان سمجھا گیا۔ اور اس کا عام طور پر اہل علم طبقہ نے اعتراف واظہار کیا۔

پھر بعض وجوہ ومصالح سے اور اس کی بڑھتی ہوئی طلب اور ضرورت کے پیش نظر بالخصوص ممالک عربیہ اور بلاد مغربیہ کے کتب خانوں اور لائبریریوں کو مہیا اور اس سے مزین کرنے کے لیے دارعرفات رائے بریلی کی طرف سے (جو مصنف کا وطن اور مدفن بھی ہے) اس کو زیادہ عام فہم اور موضوع کی نوعیت پر روشنی ڈالنے والے نام "الإعلام بمن فی تاریخ الهند من الأعلام" (تاریخ ہند کی ممتاز شخصیتوں کے تعارف وواقفیت کا ذریعہ) کے

نام سے اعلیٰ عربی ٹائپ میں شائع کیا گیا ہے۔

بلاد عربیہ کے ایک ممتاز ناشر کی طرف سے انشاء اللہ جلدیہ کتاب عربی نشر و اشاعت کے کسی بڑے مرکز سے شائع ہوگی، تاکہ بلاد عربیہ کے کتب خانے اور اہل ذوق اس سے آسانی کے ساتھ فائدہ اٹھا سکیں اور اپنی مکتبات اور علمی ذخیروں کو اس سے مزین و مکمل کر سکیں اور برصغیر ہند کے اہل فضل و کمال سے روشناس اور ان کی علمی و دینی کوششوں اور کاوشوں سے واقف ہو سکیں۔

اس علمی خزانہ اور کتاب نہیں بلکہ ایک مستقل کتب خانہ اور ذخیرۂ معلومات سے (جس سے علمی و تحقیقی کام کرنے والے کسی طرح بے نیازی و مستغنی نہیں ہو سکتے) کسی مکتبہ و لائبریری اور تحقیقی ادارہ کا خالی ہونا ایک بڑا علمی خلا اور نقص ہے۔

اسی غرض سے یہ تعارفی مضمون اور رسالہ شائع کیا جا رہا ہے، تاکہ عام اہل علم، شائقین بحث و تحقیق اور جامعات اور علمی مکتبات اور لائبریریوں کو اس کا علم ہو جائے، اور وہ اس سے اپنے ذخیرۂ کتب کو مکمل کر سکیں۔

لہ اس کتاب کے دو ایڈیشن دمشق کی موقر اکیڈمی المجمع العلمی کی طرف سے (جس کا نام اب مجمع اللغۃ العربیہ ہے) شائع ہوئے ہیں، کتاب کا اردو ترجمہ "اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں" کے نام سے دار المصنفین اعظم گڑھ سے شائع ہو چکا ہے، یہ علوم اسلامیہ و عربیہ پر ہندوستانی علماء و مصنفین کی تصنیفات کی ذائر کشری ہے اور اپنے موضوع پر منفرد ہے۔

سے۔ عرب فضلاء اور اہل نظر نے بھی اس کا اعتراف بلکہ اس پر استعجاب ظاہر کیا ہے، اس سلسلہ میں دو ممتاز عرب ادیب و نامدار مبصرین کا نام لکھا جاتا ہے، ایک علامہ ڈاکٹر شیخ تقی الدین الہلالی المراکشی، دوسرے علامہ محمد الاخضری بغدادی

سے اس سے مراد "معارف العوارف" ہے جو "الثقافۃ الاسلامیۃ فی الھند" کے نام سے دمشق میں شائع ہوئی

سے "جنۃ المشرق" کی طرف اشارہ ہے جو "الھند فی العھد الاسلامی" کے نام سے دائرۃ المعارف حیدر آباد نے شائع کی، ۵ معارف ۱۹۲۳ء

سے ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت مراد ہے

حضرت مولانا علی میاں مدظلہ یکساں سول کوڈ کے نفاذ کے خلاف

اس سے تنازعہ کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے یہاں دائرہ شاہ علم اللہ میں خبر رساں ایجنسی یو این آئی کے نمائندے سے کہا کہ وہ ملک میں یکساں سول کوڈ کے نافذ کیے جانے کے خلاف ہیں۔

انھوں نے کہا کہ وہ یکساں سول کوڈ کے اس لئے خلاف ہیں کہ ان کے خیال میں اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ نئے تنازعے اور نئے احتجاج رونما ہوں گے۔ اور ساری کوشش سے تضیع اوقات و توانائی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

وہ سپریم کورٹ کے اس بیان پر تبصرہ کر رہے تھے جس میں مرکزی حکومت سے کہا گیا ہے کہ وہ ملک میں یکساں سول کوڈ کے نفاذ کے لئے قانون وضع کرے کیونکہ آئین کی دفعہ ۴۴ کے تحت یہ لازمی ہے۔

مولانا نے کہا کہ جرمنی اور برطانیہ میں یکساں سول کوڈ کے باوجود دو جنگیں لڑی گئیں اور اگر آپ ہمارے اپنے ملک کی عدالتوں میں زیر سماعت مقدمات پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ جن افراد کے سول کوڈ یکساں ہیں ان میں آپس ہی میں کتنی مقدمہ بازی ہے۔ انھوں نے کہا کہ انھوں نے سابق وزیر اعظم راجیو گاندھی کو یہ باور کرا دیا تھا کہ مسلمانوں کے پرسنل لا میں مداخلت کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اسی لئے شاہ بانو معاملے میں پارلیمنٹ نے مداخلت کی تھی۔

مولانا نے کہا کہ ان کے خیال میں ملک کے اتحاد اور یک جہتی کے لئے انسانیت دوستی، اخوت اور ایک دوسرے سے محبت کی ضرورت ہے جو صرف تعلیم و تربیت سے مل سکتی ہے۔ فرقہ وارانہ فسادات کا سبب دولت کی ہوس ہے حب الوطنی کی کمی ہے اور انسانیت دوستی کا فقدان ہے۔

دعائے مغفرت

دار العلوم ندوۃ العلماء کے استاذ مولانا فخر الحسن ندوی کے والد ماجد جناب شاکر حسین صاحب گنج ڈونڈوارہ ضلع ایٹہ کا مختصر علالت کے بعد تقریباً ۸۶ برس کی عمر میں مورخہ ۱۶ اپریل ۱۹۹۵ء کو انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم بڑے نیک، صالح و متقی و پرہیزگار اور صوم صلوٰۃ کے پابند تھے۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

دورِ تحقیق میں حقائق کی پامالی

مولانا سید محمد واضح رشید ندوی
ترجمہ: معصوم رضا بن نور

موجودہ زمانہ درحقیقت تحقیق و تجزیہ، فہم و بصیرت اور علم و دانش کا زمانہ ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے مختلف علمی اکیڈمیاں، انجمنیں اجتماعی و اقتصادی تنظیمیں اور ٹیکنیکل لیبارٹریز سرگرم عمل ہیں۔ ان اداروں کے فیض سے انسانی معرفت و آگہی ترقی کی راہوں پر گامزن ہے، نئی نئی ایجادات اختراعات وجود میں آ رہی ہیں اور محققین و ریسرچ اسکالرز کے درمیان تحقیق و تفتیش کے نئے میدانوں کی دریافت اور نئی نئی معلومات کی فراہمی کے لئے مسابقہ آرائیاں ہو رہی ہیں۔

دنیا کو نئی معلومات سے نوازنے اور تحقیق کے نئے میدانوں کی تلاش و جستجو کی یہ حرص و تمنا ان میدانوں کی دریافت تک متجاوز ہو چکی ہے جن کے تحقیقی و تفتیشی دائرۂ کار ہونے کا تصور بھی قدیم انسانوں کے حاشیۂ خیال میں نہ تھا۔ عصر حاضر میں دنیا میں مختلف ایسی تنظیمیں معرض وجود میں آئی ہیں جو بحث و تحقیق کے میدانوں کے انتخاب میں تعاون و دست گیری کر رہی ہیں اور محققین پہاڑوں کی چوٹیوں کو تو کیا، سمندروں کی اتھاہ گہرائیوں کو بھی اپنی جولان گاہ بنائے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ کوہ پیماؤں کی ایک جماعت نے قطب جنوبی میں انارک ٹیکا کی تسخیر کا کارنامہ انجام دیا۔ یعنی اسی طرح کوہ پیماؤں کی ایک دوسری جماعت ہمالیہ کی بلند و رفیع ترین چوٹیوں تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی۔ جب کہ دوسری مختلف جماعتیں اور تنظیمیں پہاڑوں کی بلندیوں، گھنے اور گنجان جنگلات کے اندرونی حصوں اور سمندروں کی اتھاہ گہرائیوں میں نامعلوم مقامات کی کھوج میں لگی ہوئی ہیں۔ ان تمام تنظیموں کے جانباز و مردار کار کسی جدید اور انوکھی شئے کے حصول کی خاطر پہاڑوں پر کمندیں ڈال رہے ہیں، سمندروں میں غواصی و غوطہ زنی کر رہے اور جنگلات کے اندرون تک میں جا رہے ہیں۔ اسی طرح آثار قدیمہ کی تحقیقات بھی جاری ہیں جن میں قدیم تہذیب و تمدن اور مردہ ثقافت و کلچر کا سراغ لگایا جاتا ہے۔ اس عمل کے جاری رہنے کے ساتھ ساتھ انسانی علم و معرفت میں ترقی و پیش رفت بھی ہوتی ہے اور ان معلومات کے ذریعہ روشن و تابناک ماضی سے انسان کے ربط و تعلق میں اسی طرح استحکام پیدا ہوتا ہے جس طرح اس کا تعلق اس کائنات فانی سے مضبوط ہوتا ہے جس کی فضاؤں میں وہ سانس لے رہا ہے۔ اسے طویل تاریخ کے ادوار ماضیہ اور مختلف گوشہائے عالم میں موجود بنی نوع انسان کے حالات و کوائف سے بھی آگاہی حاصل ہوتی ہے۔

ریسرچ اسکالرز کی ایک جماعت اپنی تحقیق و جستجو میں عصر حاضر میں انسان کی حالت و کیفیت اس کے حقوق اور اس کی اس آزادی و خود مختاری کو مرکزی حیثیت دے رہی ہے جس سے وہ یا تو فیضیاب ہوتا ہے یا اس سے محروم رہ کر اپنی زندگی گزارتا ہے۔ یہ تنظیم ایسی رپورٹیں تیار کر کے اخبارات میں شائع کرتی ہے جو دنیا کے مختلف علاقوں کی عمومی صورت حال کے بارے میں معلومات فراہم کرتے ہیں۔ یہ ادارہ جو مذکورہ انسانی تحقیقات کی نگرانی کرتا اور ہدایات دیتا ہے، ایمنسٹی انٹرنیشنل کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ اسی طرح ایک تنظیم وہ ہے جو حیوانوں کے ساتھ نرمی و رواداری اور محبت آمیز سلوک برتنے میں دلچسپی لیتی اور اسے اہمیت دیتی ہے۔ اسی طرح بچوں کی دیکھ بھال اور ان کی تعلیم و تربیت کے متعلق ایک عالمی ادارہ ہے، تعلیم و ثقافت کے لئے بھی ایک تنظیم قائم ہے، کچھ ادارے ایسے بھی ہیں جن کا مقصد اصلی حیوانوں کی زندگی اور جنگلات کی حفاظت و نگہداشت اور درندوں کی بعض قسام کو ہلاکت و ضیاع سے محفوظ و مامون رکھنا ہے۔ ایک دوسری تنظیم قدیم عبادت گاہوں، کتب خانوں اور تاریخی نقوش و آثار کی حفاظت کے لئے کوشاں ہے اور کچھ تنظیمیں ایسی بھی پائی جاتی ہیں جو مختلف طبقات و حالات میں عوام الناس کے رجحانات اور عادات و اطوار کے بارے میں معلومات جمع کرتی ہیں۔

ایک دوسری تنظیم قیدیوں کے ساتھ کیے جانے والے سلوک سے متعلق ہے بعض تحقیق کرنے والے گزشتہ جنگوں کے بارے میں معلومات جمع کرتے ہیں ایسی ہی ایک عالمی تنظیم نے حال میں ایسے مشترکہ قبرستان کا سراغ لگایا ہے جن میں سیکڑوں اور ہزاروں جنگی قیدی یا دوسرے الفاظ میں یہ کہ ظالمانہ و جابرانہ نظام کے ظلم و استبداد کے شکار ابدی نیند سو رہے ہیں۔ چنانچہ اس نے کمبوڈیا، سابق یوگوسلاویہ اور سوویت یونین میں مختلف مشترکہ مقبروں کا انکشاف کیا ہے۔ ابھی حال ہی میں اس تنظیم نے جرمنی میں بھی بعض اجتماعی مقابر کے بارے میں تحقیق کی ہے جن کا سلسلہ ارتباط نازیوں کے عہد اور سوویت یونین روس کے کمیونسٹ اقتدار کے زمانے سے جا کر ملتا ہے سابق یوگوسلاویہ کے علاقے میں بھی ایسی قبریں دریافت

کی گئی ہیں جن کا تعلق بوسنیا کی جنگ وخونریزی سے ہے جس میں سربوں نے لاکھوں مسلمانوں اور کروتوں کو تہ تیغ کر ڈالا اور انھیں اجتماعی طور پر دفن کر دیا۔ روانڈا میں بعض غیر مدفون اور منتشر انسانی ڈھانچے گرجا گھروں کے سامنے بھی مجموعی حالت میں ملے ہیں۔ گرجا گھر کے سامنے پائے گئے ان انسانی ڈھانچوں کی تصویریں مجلہ "اکنومسٹ" میں شائع ہوئی ہیں۔ مذکورہ مجلہ نے روانڈا میں ہوئی اس خونریزی وغارت گری کے واقعہ کو بالتفصیل شائع کیا ہے جس میں پانچ لاکھ افراد قتل کئے گئے اور اس قتل کے جرم میں گرجا گھر کے ذمہ داران وکارکنان بھی شریک رہے۔ چند ہفتہ قبل مزید آٹھ ہزار افراد کے بہیمانہ قتل کا پتہ چلا ہے۔ متحدہ اقوام کی ایک ٹیم نے اس کی اطلاع دی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جملہ نامعلوم احوال وامور مخفیہ کی تفتیش وجستجو کی راہ میں کئے جانے والے یہ انکشافات انسانیت کی ایک عظیم اور جلیل القدر خدمت ہیں، انسان کے علم ودانش اور فکر ونظر میں گراں قدر اضافہ کرتے ہیں اور انسانوں کے سامنے ان سے بعض نئی حقیقتیں آئی ہیں۔ ان معلومات وحقائق اور اعداد وشمار کی بنیاد پر انسانی علم ومعرفت میں ترقی ہوتی ہے اور بعض نظریات وتصورات کی تصحیح بھی ہوتی ہے۔ مثلاً وہ مشترکہ مقابر جن کا سراغ بعض جویانِ حقائق نے لگایا ہے، دشمنانِ اسلام کے ان دعووں کو مجموعۃً اغلاط واضداد قرار دیتے ہیں کہ مذہب اسلام جبر وتشدد اور درندگی وبے رحمی سے عبارت ہے کیونکہ یہ تمام مشترکہ مقبرے ان مقتولین کی قبروں پر مشتمل ہیں جو غیر مسلم افراد کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتارے گئے، بلکہ کمبوڈیا، سوویت یونین روس اور یوگوسلاویہ میں لاکھوں کی تعداد میں قتل کئے جانے والے یہ مقتولین مسلمان ہی ہیں جنھیں دشمنانِ اسلام نے شہید کر دیا۔ اور آج بھی یہ وحشیانہ کارروائیاں جاری ہیں جیسا کہ اشتراکی نظام کے متعلق شائع شدہ رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ لاکھوں مسلمانوں کو ان مقامات کی جانب شہر بدر کر دیا گیا جو زندگی کے لئے قطعاً ناسازگار اور ناقابلِ رہائش ہیں۔ اور لاکھوں کی تعداد میں ان کا خون بھی بہایا گیا۔ اسی طرح اشتراکیت کی مخالفت وبرگشتگی کی بنا پر انھیں سزائے موت بھی دی گئی۔

جن مشترکہ مقابر کا بعض تحقیقی تنظیموں نے سراغ لگایا ہے اور جن کی خبریں ذہنوں سے اس لئے محو ہو کر رہ گئی ہیں کہ ذرائع ابلاغ نے ان پر اپنا زور صرف نہیں کیا۔ اس طرح کے مقابر کی خبریں ایک بار تو منظر عام پر آئیں لیکن پھر روپوش ہو گئیں۔ جب کہ پوری دنیا میں نظر بند افراد اور ان اشخاص کی تعداد کے بارے میں، جو قید خانوں میں روح فرسا سزاؤں کا سامنا کر رہے ہیں، مختلف رپورٹیں اور تجزیئے شائع کئے جاتے ہیں۔ تنظیم حقوق انسانی کی رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً تیس ہزار اسلام پسند نفوس ایک اسلامی ملک میں صرف اس بنیاد پر قید خانوں میں تکالیف وشدائد اور کرب واندوہ سے دوچار ہیں کہ وہ شریعت اسلامیہ کے نفاذ یا ملک کی اصلاح حال کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ان جانبازوں میں ایسے افراد بھی شامل ہیں جن کا اس تحریک سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ تو صرف ان مردان کار اور صاحبانِ جاں نثار کے تئیں ہمدردی وغمگساری کا جذبہ رکھتے ہیں یا دینی رجحان کے حامل ہیں یا عبادت ربانی کو غیر معمولی اہمیت دیتے ہیں یا ان بعض قوانین وضوابط اور عادات ومعمولات کی مخالفت کرتے ہیں جو ان کے عقیدہ کے منافی ہیں۔

اس تنظیم کی پیش کردہ معلومات سے پتہ چلتا ہے کہ مختلف پارٹیاں ممنوع قرار دی گئیں، اخبارات ضبط کئے گئے اور مدیران اعلیٰ کو سزائیں دی گئیں۔ اور یہ سب کچھ محض اس لئے ہوا کہ انھوں نے رہنمایان مملکت میں سے کسی کی شخصیت یا موجودہ نظام پر تنقید ونکتہ چینی کی۔ ان رپورٹوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان ہزاروں قیدیوں کے سلسلہ میں نہ تو کوئی عدالتی فیصلہ لیا گیا اور نہ ہی انھیں اپنے امر واقعہ کے پیش کرنے یا اپنی براءت کے اظہار کا موقع دیا گیا۔

اس قسم کی عالمی تنظیمیں ایسی رپورٹیں بھی تیار کر کے شائع کرتی ہیں جو دنیا میں پناہ گزینوں کی حالت، عورتوں کی اجتماعی عصمت دری اور انھیں زدوکوب کرنے کے واقعات پر مشتمل ہوتی ہیں۔ یہ خبریں منظر عام پر آنے کو تو آتی ہیں لیکن اس کے بعد نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ یہ خبریں عموماً مشرق ومغرب ہر دو سمت کے یورپین افراد کی وحشیانہ خباثت کا پردہ چاک کرتی ہیں۔ خواہ یہ پناہ گزیں حکومت وپاسبانی کے ان قواعد وضوابط کی ظالمانہ کارروائیوں اور جابرانہ اقدامات کے ذریعہ جلاوطن کئے گئے ہوں، جو اسلام اور شیدائیان اسلام دونوں کے براہ راست مخالف ودشمن ہیں، یا انہی حکومتوں کی ہدایت پر شہر بدر ہوئے ہوں۔ ان رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ پناہ گزینوں میں بچھڑے فیصد سے بھی زائد تعداد مسلمانوں کی ہے۔

اسی طرح اس حقیقت سے بھی آشنا ہیں کہ غیر اسلامی ممالک میں حجاب وپردہ نشینی اور دعوت اسلامی پر عائد شدہ پابندیوں اور عقیدۂ وثقافت کی بنیاد پر شہریوں کے مابین فرق وامتیاز کرنے کا تسلسل آج بھی برقرار ہے۔ اخبارات کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ ایک مسلم ملک میں محض اس بنا پر کہ رائے دہندگان نے اسلام کے حق میں ووٹ ڈالے، انتخابات کے نتائج تبدیل کر دیئے گئے اور

فوجی حکومت مسلط کر دی گئی جو شہریوں پر دست درازی وزیادتی کر رہی ہے۔ آج بھی ان ممالک میں انتخابات کی کارروائیاں جمود وتعطل کا شکار چل رہی ہیں۔

ہر خاص وعام کو معلوم ہے کہ ایک ملک میں اکثریتی فرقے کی ایک مقدس شخصیت کی توہین کرنے کے الزام میں دو افراد کے خلاف دائر کردہ مقدمے نے پورے یورپ میں ردعمل کے شعلے بھڑکا دیئے اور دنیا میں زلزلے کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ لیکن آج بھی ہزاروں اسلام پسند محض اس الزام میں قید بامشقت کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں کہ وہ یورپ کی تہذیب وتمدن کی مخالفت کے مرتکب ہیں، جب کہ سیکڑوں قیدیوں کی جانیں ضائع کر دی گئی ہیں لیکن کوئی بھی ملک ان کے حقوق کی حفاظت کے لئے میدانِ عمل میں نہیں آیا۔

اسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ہے جس سے قارئین اخبارات بخوبی واقف ہیں کہ مذہب اسلام کی تحقیر وتذلیل کرنے والی کتابوں پر پابندی عائد کرنے کے مطالبہ کی بنا پر شدید ترین ردعمل سامنے آیا، پورا یورپ مصنف ومصنفہ کی حمایت کے لئے آمادہ ہو گیا اور ان کتابوں کو رواج عام اور عوامی مقبولیت حاصل ہوئی جب کہ سیکڑوں اسلامی کتابیں ایسی ہیں جن پر پابندی عائد کر دی گئی ہے، جو نہ تو کتب خانوں میں ملتی ہیں اور نہ ہی انھیں کتابوں کی نمائش میں شامل ہونے کی اجازت دی جاتی ہے۔ ان کتابوں کے مصنفین پر مقدمے چلائے گئے اور انھیں جیلوں میں نظر بند کر دیا گیا۔ لیکن ان تمام چیرہ دستیوں کو آزادئ لوح وقلم اور حریت فن وادب کے سلب کر لینے سے تعبیر نہیں کیا گیا۔

بلاشبہ یہ حقائق اس بات کے مستحق ہیں کہ جو تنظیم آئندہ نسل کے استفادہ کی غرض سے حقائق ومعلومات اور اعداد وشمار جمع کرتی ہے وہ ان حقائق پر بھی اپنی نظر التفات مرکوز کرے تاکہ موجودہ نسل موجودہ یورپ اور عصر حاضر کی زندگی کے متعلق اپنے مطمح نظر کی تصحیح کر سکے۔ کیونکہ یہ وہ حقائق ہیں جنھیں ذرائع ابلاغ ایک بار تو ضرور پیش کرتے ہیں لیکن پھر ان سے چشم پوشی ولاعلمی برتتے ہیں۔ جب کہ یہی ذرائع ابلاغ بعض پارٹیوں یا بعض افراد کی غیر آشتی جویانہ کوششوں کی متفرق تفصیلات مسلسل پیش کرتے رہتے ہیں جن کا مقصد محض اسلام ومسلمانان اسلام پر دہشت گردی یا جبر وتشدد کی الزام تراشی کی تہمت زنی ہوتا ہے۔

یہ معلومات اور اس کے علاوہ بہت سے دیگر حقائق اور اعداد وشمار ایسے ہیں جو روئے زمین کے حالات کی ترجمانی کرتے ہیں اور جن کے نہ صرف مطالعہ معاینہ بلکہ انھیں بطور ریکارڈ محفوظ رکھنے کی بھی اشد ضرورت ہے تاکہ یہ معلومات امر واقعہ کی حقیقت کو پیش کرنے میں ممد ومعاون ثابت ہو سکیں کیونکہ انسان کی قوت حافظہ کمزور واقع ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہاں خانۂ ذہن میں صرف وہی معلومات باقی رہتی ہیں جنھیں یکے بعد دیگرے یا پے بہ پے بطور یاددہانی وذکر کے دہرایا جاتا رہے، جیسا کہ موجودہ ذرائع ابلاغ خود اپنی وضع کردہ تعبیر "اسلامی دہشت پسندی" کے تعلق سے کر رہے ہیں۔

(بقیہ) تاریخ دعوت وعزیمت

..... انھوں نے لکھا کہ ابن المطہر کے کتاب کی زبان سوقیانہ اور عامیانہ ہے ابن تیمیہ نے ان لوگوں کے کام کو جنھوں نے خیار امت کو شرار امت بنانے کی کوشش کی اپنی تنقید کا نشانہ بنایا۔ اس مصنف نے خواجہ نصیر الدین طوسی کا جو بغداد کے قتل عام کے ذمہ دار تھے بے حد تعظیم وتقدیس سے نام لیا۔ اس کے ذکر پر ابن تیمیہ کو جوش آ گیا۔ اور انھوں نے لکھا جس شخص کی اسلام دشمنی عالم آشکارا ہے اس کی یہ تعریف کتنی بڑی بے انصافی ہے۔ شیخ الاسلام نے لکھا کہ صحابہ کرام امت کے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عادل، خدا ترس، صادق القول، امین اور راست باز تھے۔ انبیاء علیہ السلام کے علاوہ فرد انسانی کا کوئی مجموعہ اور انسانوں کی کوئی نسل صحابہ کرام سے بہتر سیرت وکردار کی نظر نہیں آتی۔ مسلمانوں میں جو کچھ خیر ہے صحابہ کرام کی برکت سے ہے۔

حضرت مولانا نے اس پہلو کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے پڑھنے والے اگر اصل کتاب پڑھیں تو بیحد مفید معلومات انھیں حاصل ہوں گی۔ یہ باب ان جملوں پر ختم ہوتا ہے۔

اہلسنت تمام سابقین اولین کے معتقد ہیں اور صحابہ کرام کی قدر ومنزلت کے شناسا اور معترف ہیں اور ان کے مناقب کے قائل ہیں اور اس سب کے ساتھ اہل بیت کرام کے حقوق کی ادائیگی ضروری سمجھتے ہیں جو شریعت سے ثابت ہیں (جاری)

ناشر حضرات توجہ دیں

جو ناشر حضرات اشاعتی ادارے یا ادیب وشاعر اپنی کتابیں تبصرہ کے لئے یہیں روانہ کرتے ہیں وہ اس کا ضرور خیال رکھا کریں۔

(۱) کتاب زیادہ سے زیادہ ایک سال کے عرصہ کے دوران شائع ہوئی ہو، زیادہ پرانی کتابوں پر تبصرہ ممکن نہیں ہے۔

(۲) چند صفحات پر مشتمل پمفلٹ قسم کی کتابیں بھیجنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، نہ ہی تبصرہ نگار کے پاس وقت ہے اور نہ ہی تعمیر حیات کے صفحات میں اس کی گنجائش ہے۔

خطابت کی سحر کاریاں

مولانا محمد محب اللہ لاری ندوی۔ ایم اے علیگ (سابق مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

شیکسپیر کا ایک مشہور ڈرامہ (جولیس قیصر) ہے یہ انسانہ عقول عوام کی ایک دردناک داستان اور خطباء کی ہوس رانیوں اور فریب کاریوں کی ایک مکمل تصویر ہے۔ تمھیں اس قصہ میں نظر آئے گا کہ جس طرح کھلاڑی فٹبال کو اپنے حسب منشا اوپر نیچے کرتے اور ٹھوکریں دیتے ہیں ٹھیک اسی طرح عوام کے لیڈر بڑے بڑے خطباء اور اچھے سے اچھے مقررین ان کے جذبات۔ ان کے خیالات اور ان کے احساسات سے کھیلتے ہیں کبھی اپنے قطرہائے اشک کے سیلاب میں انھیں ڈبکیاں دیتے ہیں تو کبھی اپنے برق صفت تبسم سے ان کے خرمن سکون و راحت کو جلا کر خاکستر کر دیتے ہیں کبھی اپنی پرجوش تقریروں سے قلب کو گرما اور روح کو تڑپا دیتے ہیں تو کبھی اپنی جادو بیانیوں سے ساری قوم کو اپنی ہوا و ہوس اور ذاتی اغراض و مقاصد کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔

بروٹس ایک ہمدرد قوم و ملک اور شریف و معزز رومی تھا اس نے شدت کے ساتھ یہ محسوس کیا جولیس قیصر نے پوری رومی قوم کو غلام بنا رکھا ہے۔ ان کی شرافت نفس فنا کے گھاٹ اتر چکی ہے۔ ابدی ذلت نے ان کے حواس و شعور پر قابو پالیا ہے ان میں اپنی زندگی کی تلخی کا احساس نہیں۔ چندے۔ یہی لیل و نہار رہا تو بحیثیت ایک معزز و خوددار قوم کے ان کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا۔ کافی غور و فکر کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہونچا کہ اس مہلک مرض کا واحد علاج قیصر کا قتل ہے۔

قیصر بروٹس کا نہایت ہی محبوب دوست تھا لیکن قوم و ملک کی خاطر اس نے اپنی محبوب متاع کو اپنی ہی تلوار سے موت کے خوفناک گڑھے میں ڈھکیل دیا

رومی قوم قیصر کے قاتل سے انتقام لینے کے لیے بیتاب ہوگئی۔ لوگوں کا ایک سیلاب امنڈا اور بروٹس کو گھیر لیا۔

بروٹس اس غضبناک مجمع کے سامنے تقریر کرنے کے لیے کھڑا ہوا۔ یہ نہایت ہی نازک موقع تھا سرفرازی و سربلندی کا تاج یا ذلت و رسوائی کا قعر پناہ بہادروں اور جاں نثاروں کا درخشاں تمغہ یا خائن و غدار گروہ کا ساتاریک انجام یہ ظاہر ہے کہ تقریر کی تاثیر و عدم تاثیر پر موقف تھا۔ مجمع غصے میں بھرا ہوا تھا کسی طرح تقریر سننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ زبان پر انتقام انتقام کی رٹ تھی۔ بارے بعض زعماء کی کوششوں سے سکون کی فضا پیدا ہوئی اور بروٹس نے تقریر شروع کی۔

بروٹس کی تقریر

بزرگان قوم۔ کیا میں امید کروں کہ آپ حضرات میری بھلی یا بری۔ کڑوی یا میٹھی بکواس تھوڑی دیر کے لیے عدل و انصاف کی خاطر صبر و سکون کے ساتھ سنیں گے۔ میں آپ کو دھوکا دینا نہیں چاہتا اور نہ آپ کے جذبات و احساسات کی توہین کرنا اور آپ کے دلوں اور دماغوں سے کھیلنا چاہتا ہوں بلکہ آپ لوگوں سے میری پرزور درخواست ہے کہ واقعہ کا نہایت ہی خرم و محتاط کے ساتھ مطالعہ فرمائیے میں آپ لوگوں کو کامل صداقت و خلوص سے دعوت دیتا ہوں کہ قضیہ مابہ النزاع کا فیصلہ متانت و سنجیدگی اور سکون قلب و اطمینان خاطر کے ساتھ عدل و انصاف کی روشنی میں کیجئے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ میرا یہ اقدام مبنی برحق ہے اس کے دامن پر کوئی ایسا داغ نہیں ہے جسے میں آپ لوگوں کی نظروں سے چھپانے کی کوشش کروں۔

برادران وطن! اگر آپ میں کوئی قیصر کا دوست یہاں موجود ہو اور وہ اس کے قتل پر اپنے جگر کے ٹکڑے کر رہا ہو تو مجھے معاف کرے اگر میں اس سے یہ کہوں کہ اے میرے معزز دوست! قیصر کے قاتل بروٹس کو قیصر تم سے زیادہ محبوب تھا۔ قیصر کی وقعت تمہارے دل میں اتنی نہیں جتنی اس کے دل میں تھی۔

اکابر ملت! میں تمام دنیا کے سامنے جھوٹ بول سکتا ہوں لیکن آپ لوگوں کے سامنے کوئی جھوٹا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ آپ لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں نے اپنے محبوب دوست قیصر کو کسی ذاتی بغض و عناد کسی شخصی عداوت و دشمنی کی بناء پر قتل نہیں کیا ہے بلکہ اس لیے اور صرف اس لیے قتل کیا ہے کہ روم مجھ کو اس سے کہیں زیادہ محبوب تھا۔

قیصر ایک بڑی شخصیت کا مالک تھا اس لیے مجھے وہ محبوب تھا۔ وہ شجاع اور بہادر تھا اس لیے اس کا احترام کرتا تھا لیکن وہ طمّاع و حریص تھا اس لیے میں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ بس ایک ہی وقت میں میں نے اس پر آنسو بھی بہائے اور خنجر بھی چلایا۔

مجھے یقین نہیں کہ آپ لوگوں میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جسے قیصر کی موت پر حقیقی اور واقعی رنج و غم اور افسوس و حسرت ہو آپ رومی ہیں اور

رومی کبھی ذلت کے ساتھ زندہ رہنا پسند نہیں کرتا۔

آپ لوگوں میں وہ کون ایسا شخص ہے جو رومی کہلایا جانا پسند نہیں کرتا۔ وہ کون ہے جو آزاد رہنا عیب سمجھتا ہے۔ وہ کون ہے جو اپنے نفس و ضمیر کی توہین گوارا کرتا ہے۔ وہ کون ہے جو اپنے وطن عزیز کی ذلت و حقارت کی اپنے اندر تاب رکھتا ہے۔ اگر آپ لوگوں میں کوئی ایسا شخص ہے تو جواب دے وہی اس بات کا حقدار ہے کہ مجھ سے قیصر کے خون کا مطالبہ کرے کیونکہ میں نے اس شخص کے علاوہ کسی کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہونچایا ہے۔

مجمع۔ نہیں ہم میں کوئی ایسا نہیں۔

بروٹس۔ تو پھر میں نے کسی کو اذیت نہیں دی

بروٹس نے مشکل ہی سے یہ جملہ ختم کیا تھا کہ قیصر کا دوست اور طالبان انتقام کا سرکردہ انٹونیو مع اپنے رفقا کے قیصر کی لاش لیے ہوئے مجمع میں نوحہ و مرثیہ خوانی کے لیے پہونچا۔ بروٹس نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"دیکھئے یہ قیصر کی لاش ہے اور یہ انٹونیو قیصر کا دوست ہے یہاں پر یہ قیصر کے فضائل و محاسن بیان کرنے آیا ہے آپ لوگ غور سے سنئے مگر اس فرق کو ذہن میں محفوظ رکھئے کہ گنہگار قیصر اور ہے اور نیک و بےضرر گار قیصر اور ہے گنہگار قیصر کے متعلق جو کچھ عرض کیا گیا اسے تو آپ سن چکے اب بےضرر گار قیصر کے متعلق جو کچھ کہا جائے اسے سنئے آخر میں ایک جملہ پر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

عظائے روم! جس تلوار سے میں نے روم کے لیے قیصر کو قتل کیا ہے وہ تلوار قیصر کی خاطر بروٹس کے قتل کے لیے بھی جب کبھی بھی روم چاہے ہمیشہ محفوظ رہے گی

تقریر کا اثر

مجمع۔ زندہ باد بروٹس

ایک۔ اس جاں نثار ملک و فداکار قوم کا ایک مجسمہ نصب کرنا چاہیئے۔

دوسرا۔ اس لائق فرزند وطن کو قیصر کے تاج تخت کا مالک بنا دیا جائے۔

تیسرا۔ قیصر فضول و کمال اور شرافت نفس میں اس کے پاسنگ بھی نہیں تھا۔

چوتھا۔ قیصر ظالم و جفاکار تھا۔

پانچواں۔ اجی وہ سراپا جور و ستم اور ظلم و جفا تھا۔

چھٹا۔ اب روم کو اس ظالم و سفاک سے نجات ملی۔

ساتواں۔ کیا ہمیں انٹونیو کے ساتھ قیصر کے مرثیے میں شرکت کرنا چاہیئے۔

آٹھواں۔ ہاں ضرور کیونکہ بروٹس نے ہم کو حکم دیا ہے۔

بروٹس اب اسٹیج سے اتر پڑا اور مجمع پر ازدہام اس پر ٹوٹ پڑا۔ لوگوں کے دل اس کے قدموں پر ٹوٹ رہے تھے۔ اور آنکھیں اس کے لیے بچھی جاتی تھیں انٹونیو اسی عالم میں کھڑا ہوا تھا۔ غضبناک اور خشم آلود آنکھوں نے اس کو گھورا اگر بروٹس نہ روکتا تو مجمع اسے چشم زدن میں فرش زمین پر ڈھیر کر دیتا۔ انٹونیو نے اس غبار آلود فضا میں حسب ذیل معرکۃ الآرا تقریر شروع کی۔

انٹونیو کی تقریر

انٹونیو۔ اے رومیو!

ایک۔ خاموش، سنو، انٹونیو کیا کہتا ہے۔

دوسرا۔ نہیں، ہم نہیں سنیں گے۔ ہم اس کی بات نہیں سنیں گے۔

انٹونیو۔ پیارے بھائیو! سنو بروٹس کے حکم کی عزت کرو۔ بروٹس کی خاطر میری سنو۔

کوئی ایک۔ دیکھو سنو تو سہی کہ بروٹس کے متعلق یہ شخص کیا کہتا ہے

دوسرا۔ اماں۔ کچھ نہیں ہم اس کی بکواس نہیں سنیں گے۔

تیسرا۔ نہیں ہم لوگوں کو سننا چاہیئے، دیکھیں کیا کہتا ہے

انٹونیو۔ دوستو! میں قیصر کا مرثیہ پڑھنے نہیں بلکہ اس کی نعش کو دفن کرنے اور اس کے مردہ جسم کو سپرد خاک کرنے کے لیے آیا ہوں۔

ہر شخص اپنی زندگی میں اچھے اور برے کردار کا مالک ہوتا ہے۔ اس کے اعمال حسنہ تو اس کی موت کے ساتھ مٹ جاتے ہیں۔ لیکن اس کے افعال سیئہ قیامت تک باقی رہتے ہیں قیصر بھی انسان تھا اس کے بھی حسنات و سیئات کا یہی حشر ہونا تھا۔ اور ہوا۔

برادران قوم! اگر بروٹس مجھے اسٹیج پر آنے اور کچھ عرض کرنے کا حکم نہ دیتا تو اس وقت میں ایک لفظ بھی اپنے منہ سے نہ نکالتا۔ اس نے مجھ کو حکم دیا میں نے اس کی اطاعت کی اور اس کے فرمان والاشان کے سامنے سر تسلیم و انقیاد خم کر دیا۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہ ایک شریف و لائق عزت شخص ہے۔

برادران معزز دوست۔ بروٹس نے کہا کہ قیصر ایک طماع و حریص شخص تھا۔ میں اس کی مخالفت کی جرأت نہیں کر سکتا کیوں کہ وہ ایک سچا آدمی ہے جھوٹ نہیں بولتا۔

میں ہرگز یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ قیصر قناعت پسند اور بے طمع آدمی تھا کیوں کہ محترم بروٹس نے اس کے خلاف اعلان کیا ہے۔ میں جو کچھ کہہ سکتا ہوں وہ صرف یہ ہے کہ یہی وہ لالچی قیصر تھا جس نے قیدی دشمنوں سے اتنا کثیر زر فدیہ وصول کیا کہ روم کا خزانہ گہر و جواہر سے سرسبز ہوگیا اور ملک دولت و ثروت کی اس بارش سے سرسبز و شاداب ہوگیا میں تو صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ میری ان آنکھوں نے قیصر کو غربا کے فقر و فاقے پر اکثر آنسو بہاتے، گریہ و بکا کرتے۔ آہیں بھرتے اور نالہ و فغاں کرتے دیکھا ہے کہ کتنی ہی ایسی راتیں ہیں جنھیں قیصر نے تنگدستوں کی اصلاح حال اور فراہمی معاش کی فکر میں آنکھوں میں کاٹ ڈالا ہے۔

میں نے خود کئی دفعہ "بورکال" میں تاج و تخت قیصر کی خدمت میں پیش کیا ہے لیکن اس نے ہمیشہ اس سے اعراض و انکار کیا۔ اس کو تاج کا شوق نہیں تھا۔ وہ تو خدمت وطن کا بھوکا تھا۔ اس کو عیش و آرام

سے الفت نہیں تھی اس کو تو قوم کی خوشحالی کی خاطر آلام و مصائب کے برداشت کرنے میں لطف آتا ہے۔

بروٹس ایک نہایت ہی معزز شخص ہے میں کسی حال میں بھی اس کی مخالفت نہیں کر سکتا ورنہ میں تم سے دریافت کرتا کہ کیا حرص و آز کا مسکن ایسا ہی قلب ہو سکتا ہے، کیا ایسے پاکیزہ دل میں، کیا ایسے خدا ترس قلب میں طمع اور لالچ کے لیے کوئی گوشہ ڈھونڈنے سے بھی مل سکتا ہے۔

رومیو! آج سے پہلے قیصر تمہیں دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب تھا تم اس پر نثار ہونے اس کی خاطر اپنا خون بہانے کے لیے تیار رہتے تھے۔ پھر آج تمہیں یہ کیا ہو گیا ہے کہ آنسو کا ایک قطرہ بھی تمہاری آنکھوں سے نہیں گرتا۔

اگر تم اس عمدہ صفات، بہتر خصائل اور لائق تعریف شمائل پر نہیں روتے تو نہ روؤ لیکن کم از کم اس کے لیے تو رو دو کہ وہ تم کو محبوب تھا، تم کو پیارا تھا دنیا جہاں میں سب سے زیادہ تمہارا چہیتا تھا، تم اس لیے روؤ کہ کل بھی وہ شخص تھا جس کی ایک جنبش لب پر بڑے بڑے بہادروں اور سورماؤں کے دل دہل جاتے تھے جس طرح بجلی کی ایک کڑک سے اس سرے سے لیکر اس سرے تک زمین و آسمان کی ساری فضا لرز جاتی ہے لیکن آج وہی شخص ہے جو ایک دیوار کے کنارے ذلیل و خوار بے یار و مددگار پڑا ہوا ہے، نہ اس کا کوئی نوحہ خواں ہے نہ غمخوار۔ آہ آج اس پر کوئی رونے والا نہیں۔

اے عقل انسانی! آج یہ تجھ کو کیا ہو گیا ہے؟ تو کیوں انسانوں کے دلوں سے نکل کر وحشی حیوانوں کے سینوں میں سما گئی ہے؟ تو نے اپنا راستہ کیوں کھو دیا؟ تو کیوں گم کردہ راہ ہو گئی؟ تو مبہوت ہو کر رہ گئی ہے۔ تو نے خیر کو شر اور شر کو خیر قرار دے لیا ہے کیا تجھ سے قوت ممیزہ چھین لی گئی؟ کیا تجھے اب صواب و خطا کھوٹے کھرے میں تمیز نہیں رہی؟ کیا جرائم و محاسن کی پہچان تو عاجز ہو گئی؟

رومیو! میری ژولیدہ بیانی و پریشان گوئی سے اگر تم کو تکلیف ہوتی ہو تو معاف کرنا کہ اس فاجعہ عظمیٰ و حادثہ کبریٰ نے میرے دماغ کو منتشر اور قلب کو پراگندہ کر دیا ہے۔

دوستو! میرے پہلو میں ایک ایسا دل ہے جو تمہاری محبت و الفت میں سرشار، تمہاری خیر اندیشی و نکو کوشی میں غرق تمہاری فلاح و بہبود کے لیے بیچین اور تمہاری آرام و آسایش کے لیے بیتاب ہے۔ اگر مجھے ڈر نہ ہوتا کہ تمہارے سینے شدت رنج و محن و کثرت حزن و الم سے پھٹ جائیں گے تو میں کہتا قیصر مظلوم ہے وہ بلا تصور قتل کر دیا گیا۔

بروٹس اور اس کے رفقاء کار فخر قوم اور ملک کے مایۂ ناز فرزند ہیں ان کو مجرم و خطا کار کہنے سے پہلے میرے ضمیر کو، روم کو، اور خود قیصر کی پاک روح کو بڑا دکھ ہو رہا ہے۔

اتنا کہہ کر انٹونیو خاموش ہو گیا اور اس کی چشمہائے پرنم سے آنسوؤں کا سیلاب اُبل پڑا۔

انقلاب

ایک (اپنے ہم نشین کی طرف مخاطب ہو کر) مجھے تو ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ یہ شخص نہایت ہی معقول بات کہہ رہا ہے۔

دوسرا۔ یقیناً، اگر تم ذرا غور کرو تو تم پر یہ حقیقت عیاں ہو جائے گی کہ قیصر کا قتل سفاکی و بے رحمی کا بدترین نمونہ اور انتہائی بزدلانہ جرم ہے۔

تیسرا۔ قیصر کے تاج و تخت سے استغنا نے تو میرے دل کو اپنا لیا۔ اس کا یہ فعل کتنا مستحسن اور کس قدر مبارک ہے۔

چوتھا۔ وہ کیسا نرم دل، رقیق القلب اور رحم صفت تھا کہ مصیبت زدوں اور فاقہ کشوں کی حالت زار پر رنج و غم کے آنسو بہاتا اور جگر کے ٹکڑے کرتا تھا

پانچواں۔ فقیروں اور آفت رسیدوں کا ایسا مونس و غمخوار ایسا ہمدرد اور غمگسار طماع و ظالم نہیں ہو سکتا۔

چھٹا۔ اب تو جناب! قیصر کی خونریزی نے بڑی اہم نازک صورتحال اختیار کر لی۔

ساتواں۔ قاتل سے ضرور انتقام لینا چاہیئے۔

آٹھواں۔ (اپنے ہم جلیس کی طرف مخاطب ہو کر) دیکھو انٹونیو کس طرح پھوٹ پھوٹ کر روتا اور اور نوحہ کر رہا ہے۔

نواں۔ روم میں انٹونیو سے بڑھ کر ملک کا کوئی سچا بہی خواہ نہیں۔

انٹونیو۔ کیا آپ لوگ مجھے اس بات کی اجازت دیں گے کہ تھوڑی دیر کے لیے میں یہاں سے ہٹ کر جاؤں اور اس بیکس و مظلوم میّت پر نذر عقیدت کے چند پھول چڑھاؤں۔

مجمع۔ ضرور۔ ضرور۔

انٹونیو اسٹیج سے اتر آیا اور آہستہ آہستہ قیصر کی لاش کے پاس گیا۔ لاش اب تک انھیں کپڑوں میں لپٹی پڑی ہوئی تھی جس میں کہ وہ قتل کی گئی تھی۔ اور خنجر کے زخم لباس کے اندر سے ظاہر ہو رہے تھے۔

انٹونیو نے مجمع کو پکار کر کہا۔

انٹونیو۔ لوگو! یہی وہ قیصر ہے جس کے ابر کرم کی بارش سے تم بارہا سیراب ہو چکے ہو۔ اس کی لاش زخم و خون میں شرابور ہے آؤ اور اپنے آنسوؤں کی جھڑی سے اس کو غسل دو۔ قیصر کی لاش کا ردّ آں روّاں نہایت بے کسی و عاجزی کے ساتھ تم سے اس کا مطالبہ کر رہا ہے۔

تم سب لوگ اس لباس کو دیکھتے ہو مگر شاید اس کی تاریخ و اہمیت سے واقف نہیں ہو۔ مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے کہ یہ خون میں لتھڑا ہوا لباس

قیصر نے اس شام کو زیب تن کیا تھا جس شام کو قیصر نے وہ شاندار فتحیابی حاصل کی تھی جس پر روم قیامت تک فخر کرے گا۔

قیصر کی موت کے غم میں زمین و آسمان تاریک ہو گئے ہیں، شجر و حجر بشر سبھی اپنے لخت ہائے جگر اپنی آنکھوں کی راہ سے بہا رہے ہیں مگر مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہو رہی ہے کہ تمہارے دل نہایت ہی غمگین ہیں اور تمہاری آنکھوں سے آنسو کی جھڑی لگ گئی ہے میں تم کو مبارکباد دیتا ہوں کہ تم اپنے سیلاب اشک سے سفاکانہ خونریزی و بے رحمانہ قتل و غارت کی وہ خونی علامت و نشانی بہالے گئے جس سے ظالموں کے ہاتھوں نے اس زمین کو ملوث کر دیا تھا۔ تم قیصر کی دریدہ عبا دیکھ کر زار و قطار رو رہے ہو، اگر تم اس کی نعش کے ٹکڑے اور جسم کے شگاف دیکھو تو تمہارا کیا حال ہو۔

(انٹونیو نولاش کے قریب آیا اور اس پر سے چادر ہٹا کر مجمع سے یوں مخاطب ہوا)

ہر ہر زخم اپنی زبان حال سے تم سے داد رسی و انصاف کا طالب ہے، غور سے سنو کہ مرثیہ میں اس سے زیادہ گویائی کی قوت نہیں، مرثیے کے جگر پاش و دلگداز واقعہ اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ سننے میں نہیں آسکتا۔

ایک شخص۔ کیا ہی قیامت آفریں منظر ہے

دوسرا۔ اے لوگو! قیصر پر رحم اور اس کے ساتھ انصاف کرو۔

تیسرا۔ قیصر کا یوم قتل نہایت ہی شرانگیز دن تھا جس کی جنگاریوں نے روم کی شاندار روایتوں کو جلا کر خاکستر کر دیا۔

چوتھا۔ یہ دنائت اور سفلہ پن روم کے چہرے پر انتہائی بدنما داغ ہے۔

پانچواں۔ اس خیانت اور غداری نے روم کو دنیا والوں کے سامنے منہ دکھانے کے قابل نہیں رکھا۔

چھٹا۔ انتقام۔ انتقام

مجمع۔ (سخت اشتعال میں) قاتلوں کو جلا ڈالو، انکے گھر بار کو آگ لگا دو، قاتلوں کو ڈھونڈ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔

انٹونیو۔ ٹھہرو، ٹھہرو، میں تمہارے اشتعال سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ملک میں فتنہ و فساد برپا کرنا نہیں چاہتا کہ قاتلوں سے خون کا مطالبہ کر کے وطن کی فضاء کو تیرہ و تاریک بنا دوں۔ میرا ہمیشہ سے یقین رہا ہے کہ یہ قوم کے بہی خواہ، ملک کے ہمدرد اور ملک کے معزز افراد ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ قیصر کے قتل کے ان کے نزدیک وہ معقول وجوہ موجود ہوں جن کو ہم نہ جانتے ہوں میرا مطلب تو اس وقت صرف یہ ہے کہ قیصر تم کو دل و جان سے پیار کرتا تھا، اس لیے وہ اس بات کا مستحق ہے کہ تم اس کا مرثیہ بیان کرو، مجلس عزا جماؤ اور اس پر نوحہ کرو۔ اگر مجھ کو تمہارے ہاتھ سے عنان صبر کے چھوٹ جانے، تمہارے بے قابو ہونے کا خوف نہ ہوتا اور مجھ کو ڈر نہ ہوتا کہ تمہارے قلوب غم و الم میں اور رنج و محن میں ڈوب جائیں گے تو میں تمہیں اس فقید عصر کی وصیت سناتا پھر تمہیں معلوم ہو جاتا کہ تم قیصر کو کتنے زیادہ محبوب تھے، وہ تمہارا کتنا جاں نثار و فدا کار سردار تھا۔ اور وہ ہرگز اس لائق نہ تھا کہ وہ تمہارے سامنے اس بیدردی سے قتل کر دیا جائے درآنحالیکہ تمہاری آنکھیں دیکھتی ہوں اور تمہاری رگوں میں خون کی گردش و دوا دوش ہو۔

مجمع۔ وصیت ضرور سنائیے۔

انٹونیو۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمہارے سینے اس، شہید اعظم کے قتل بد شدت حزن و الم سے شق نہ ہو جائیں۔

مجمع۔ نہیں ہم وصیت ضرور سنیں گے۔

انٹونیو۔ قیصر نے وصیت کی ہے کہ روی کے ہر ہر فرد کو میرے خزانہ خاص سے ۷۵ فرنک دیئے جائیں، اور تمام روی قوم کے لیے میرے تمام باغات اور تفریح گاہیں وقف ہیں۔

(باقی صـ ۲۵ پر)

یوم عاشور تاریخ کے آئینہ میں

محمد شاہد ندوی بلرامپوری

یہ بات عوام تو عوام بلکہ بعض خواص اہل علم حضرات میں بہت عام ہے کہ عاشورۂ محرم کا تعلق اور اس کی اہمیت وعظمت صرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عظیم شہادت اور کربلا کے ان روح فرسا واقعات سے ہے جسے دنیائے اسلام کبھی بھلا نہیں سکتی ہے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ شہادتِ حسینؓ اور وقوعِ حادثۂ اکبر بلا تاریخ اسلام کا ایک اہم باب ہے جس سے ہمت وجرأت، جذبۂ جہاد وآزادی ایثار وقربانی اور شہادت وجاں نثاری کی راہوں میں تقویت وجلا ملتی ہے اور ایمان ویقین میں حرارت پیدا ہوتی ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔

لیکن اگر عاشورۂ محرم کو صرف واقعۂ شہادت ہی سے متعلق کرکے آنکھیں بند کرلی جائیں تو تاریخ اسلام کے ساتھ ایک زبردست بہتان اور غلط بیانی ہی کہا جاسکتا ہے۔

تاریخ کے اوراق کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عاشورۂ محرم کا بنیادی اور کلیدی رشتہ اسلام اور اس کی تاریخ، انبیاء علیہم السلام کی ذوات قدسیہ اور تخلیق کائنات سے ہے۔

خالق کائنات پروردگار عالم نے سارے جہان کی تخلیق یعنی زمین وآسمان، آفتاب وماہتاب لوح وقلم، عرش وکرسی اسی تاریخ کو (یوم عاشور میں) فرمائی۔

ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن پیدا فرمایا۔ اور وہ اسی تاریخ کو جنت میں داخل ہوئے۔ اسی روز جنت سے باہر تشریف لائے۔ اور اسی دن توبہ قبول ہوئی۔

آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام کی سفینۂ نجات اسی دن جودی پہاڑ پر ٹھہری۔ اور آپ اور آپ پر ایمان لانے والے اللہ کے نیک بندوں نے اس طوفانِ عظیم سے نجات پائی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے نار نمرود کو گلزار بنا کر امن اور سلامتی عطا کی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام جب اپنے لختِ جگر، نورِ نظر یوسف علیہ السلام کے فراق میں روتے روتے نابینا ہوگئے تھے تو اسی تاریخ کو اللہ رب العزت نے آپ کو یوسفؑ سے ملایا اور دوبارہ بینائی عطا فرمائی۔

حضرت یونس علیہ السلام ایک طویل مدت تک مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے بعد اسی تاریخ کو ذکر اللہ، دعاء ومناجات کی برکت سے اس سے نجات پائی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کو بادشاہِ مصر سرکش فرعون کے پنجۂ استبداد اور غلامی کے طوق سے اسی دن نجات ملی، اسی تاریخ کو آپ مع اپنی قوم کے دریائے نیل عبور کرگئے اور فرعون مع اپنی قوم کے غرقِ دریائے نیل ہوگیا۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے سوتیلے بھائیوں نے ہلاک کرنے کے لئے گہرے کنویں میں ڈال دیا تو اسی دن اس کنویں سے آپ نکالے گئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے اسی دن پورے روئے زمین کی ایسی بادشاہت اور حکومت عطا فرمائی جو بعد میں کسی کو بھی نہ مل سکی۔ اور نہ کبھی کسی کو مل سکے گی۔

حضرت ایوب علیہ السلام کو خداوند قدوس نے اسی تاریخ کو مہلک مرض سے شفا بخشی جیسا کہ یہ سب اسرائیلیات میں مذکور ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ پاک نے اسی دن دشمنوں کے نرغے سے بچاکر..... آسمان پر اٹھالیا۔ چنانچہ آپ آسمان پر موجود ہیں اور نزدیک زمانۂ قیامت دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دسویں محرم کا روزہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ گذشتہ سال کے گناہ معاف فرمادیتا ہے (مسلم) ایک حدیث میں حضورؐ نے فرمایا:۔ دسویں محرم کا روزہ رکھو اور اس میں یہود کی مخالفت کرو۔ ایک دن اس سے پہلے یا ایک دن بعد کا روزہ رکھو۔ (بیہقی)۔

ان مذہبی اور تاریخی واقعات کے علاوہ اسی تاریخ کو جمعہ کے دن قیامت برپا ہوگی۔ اور دنیا کا نظام درہم برہم ہوجائے گا۔

اتفاق کی بات ہے کہ اسی تاریخ کو عاشورۂ محرم جمعہ کے دن وہ المناک حادثۂ فاجعہ اور واقعۂ کربلا پیش آیا جب جوانان جنت کے سردار، خاندان نبوت کے چشم وچراغ، نواسۂ رسول، فاطمہ زہرا کے نورِ نظر، شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ کے لختِ جگر سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے جاں نثار ساتھیوں کو شہید کردیا گیا۔

یہ ہیں وہ تاریخی حقائق جن سے بہت کم لوگ واقف ہیں، اور اگر مسلمانوں میں عاشورۂ محرم کا تذکرہ ہوتا بھی ہے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر غلو اور مبالغہ آرائی، تعزیہ داری، ڈھول

تاشہ کی گمراہی جھوٹے آنسوؤں اور واویلا کیساتھ کیا جاتا ہے۔ جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ زبردست تمسخر، مذاق اور ان کی عالی مرتبت شخصیت سے ایک بدترین کھیل کھیل کر ڈھونگ رچایا جارہا ہے۔ اور اس کے باوجود دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ہم اہل بیت سے سچی محبت کرتے ہیں، یہ محبت نہیں، بغاوت ہے۔ اور یہودیت کا مکروفریب ہے۔

درحقیقت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا واقعۂ شہادت تو ہمیں اعلیٰ درجہ کی توحید کا اور احکام شرعیہ پر عمل کرنے کا درس دیتا ہے۔ مگر افسوس مسلمانوں نے اسے اپنی ضلالت وگمراہی کا ذریعہ بنالیا ہے، ہر سال ان دنوں کاغذ کھچیوں، ابرک، باورباتس کا ایک ڈھانچہ کھڑا کرتے ہیں جس کا نام تعزیہ رکھ چھوڑا ہے۔ اس دن ہزاروں مردوں اور عورتوں کے جمگھٹے چاروں طرف نظر آتے ہیں۔ نمازیں چاہے نہ پڑھیں، روزہ نہ رکھیں جمعہ وجماعت، عید اور حج چاہے نصیب بھی نہ ہوتا ہو مگر محرم کا مجمع فوت نہ ہو۔ ؎

آجائیں گر حسینؓ محرم کے چاند میں
سمجھیں گے تم کو تم ہو شریران کربلا
ہاں وہ نماز جس کو نہ چھوڑا حسین نے
چھوڑے ہوئے ہیں اس کو فدایان کربلا

حدیث مبارکہ سے صرف اتنا ثابت ہے کہ اس روز روزہ رکھنا چاہئے۔ تعزیہ کا حکم نہ تو قرآن کریم میں ہے اور نہ حدیث شریف میں ہے۔ نہ صحابہ نہ تابعین اور نہ چاروں اماموں میں سے کسی امام نے اس کے کرنے کا حکم دیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ۶۱ھ میں ہوئی۔ اس کے انیس ۱۹ برس بعد ۸۰ھ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے ہیں۔ اور ۱۵۰ھ میں انتقال فرماتے ہیں، لیکن ستر سال کی عمر میں کسی محرم میں نہ آپ تعزیہ داری کرتے ہیں اور نہ اس کا حکم دیتے ہیں۔

تحقیق کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۳۵۲ھ میں تعزیہ داری اور ماتم کا رواج "معزالدولہ" حاکم عراق کے حکم سے جاری کیا گیا۔ تب سے اب تک یہ رواج ترقی پذیر ہے قرآن کریم میں اللہ پاک کا ارشاد گرامی ہے:۔ "أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ"۔ (کیا تم ایسی چیزوں کو پوجتے ہو جس کو خود تراشتے ہو) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "كُلُّ محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار"۔ (دین میں ہر نئی بات بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

یہ تعزیہ داری کی بدعت ہندوستان میں امیر تیمور لنگ (جو مذہبًا شیعہ تھا) کے زمانہ میں ۸۰۱ھ سے شروع ہوئی۔ اور ۹۶۲ھ میں ہمایوں بادشاہ بیرم خاں کو بھیج کر چھیالیس ۴۶ تورکا زمردیں تعزیہ ہندوستان میں منگوایا، یہ ہے پہلا تعزیہ جو ہندوستان میں آیا۔ پھر یہ رسم چل پڑی اور شیعوں کی اس تعزیہ پرستی میں بھولے بھالے سنی حضرات بھی پھنس گئے۔ بہرحال تعزیہ داری کو شرک وبدعت کہنے اور عاشورۂ محرم کے ساتھ جوڑ کر گمراہ کن مذہبی رسم قرار دینے اور غیر اسلامی طریقہ کہنے میں سارے علمائے اسلام متفق ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے:۔

"وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ"۔

(سورہ آل عمران)

یعنی جو بھی اسلام کے سوا کوئی اور طریقہ اختیار کرے گا اس کو قبول نہ کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

شیخ الحدیث مولانا ابرار احمد صاحب انتقال فرماگئے

شیخ الحدیث دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر سورت

مولانا ابرار احمد صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر ۱۷ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ کو راندیر میں انتقال فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا مرحوم ممتاز فاضل خصوصًا حدیث کے استاذ کی حیثیت سے گجرات میں امتیازی شان کے مالک تھے۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ سے بیعت وارشاد میں مجاز تھے۔

حق تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور دارالعلوم فلاح دارین کو اس کے شایانِ شان جانشین عطا فرمائے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ان کے لئے ایصال ثواب کیا گیا۔ اور بلندی درجات کے لئے دعا کی گئی۔

قرآن کریم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی، دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کیلئے شائع کیجاتی ہیں ان کا احترام آپ پر فرض ہے، لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہوں انکو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

ازل سے ہی مشیت نے اجل کو کام سونپا ہے
چمن کے پھول چننا اور ویرانے میں لے جانا

مسلمانوں کی دو ذمہ داریاں ہیں

حضرت مولانا الشاہ محمد ابرار الحق صاحب مدظلہ العالی

(تیسری و آخری قسط)

بیمار امت کے لئے نسخۂ شفاء

جس طرح ٹی بی کا مریض روزانہ ایک دوا کی گولی یا ٹکیہ استعمال کرے ایک انجکشن لگواتا رہے تو وہ طاقتور ہو جاتا ہے۔ اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ امت بھی جو آج غلطی میں مبتلا ہے اگر وہ سنت کی گولی استعمال کرے تو وہ بھی صحت مند ہو جائے گی۔ اور ترقی کرنا شروع کر دے گی۔ اور جب ہم سنت پر عمل کریں گے، تو جو کرنے کی چیزیں ہیں اس کو کریں گے، مامورات پر عمل کریں گے اور جو چیزیں چھوڑنے کی ہیں اس سے بچیں گے منہیات کو چھوڑیں گے۔ وہی لال بتی اور ہری بتی والا قانون یہاں بھی ہے۔ لال بتی کیا ہے؟ حرام ناجائز مکروہ۔ ان سے بچنا۔ اور ہری بتی فرض اور واجب و سنت۔ مستحب اس پر عمل کرنا اور اس کا اہتمام کرنے سے انسان نیک اور صالح ہو جائے گا۔ یہ تو مسلمان کا خود صالح بننے کا جو فریضہ تھا اس کے لئے یہ طریقہ ہے۔

اصلاح منکرات کا فریضہ پورا کیجئے

لیکن ایک دوسرا بھی اس کا فریضہ ہے کہ خود صالح بننے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی صالح بنانا۔ یہ بھی تو مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنی ناواقفیت کی وجہ سے اپنی غلطی سے برا کام کرنے لگ گئے ہیں۔ ان کی خبر گیری اور ان کی اصلاح کی کوشش کرنا یہ بھی تو ذمہ داری ہے۔ مان لیجئے مدرسہ کے قریب کسی کا مکان یا کوٹھی ہے۔ ہم نماز پڑھ کر آئے تو دیکھا کہ ان کے یہاں سے دھواں نکل رہا ہے۔ آگ کے شعلے اٹھ رہے ہیں تو ایسے موقع پر کیا کریں گے۔ کیا چلتے چلے جائیں گے؟ یا معلوم کریں گے کہ کیا بات ہے؟۔ ظاہر ہے کہ معلومات کریں گے۔ اچھا اب گئے، معلوم ہوا کہ دروازہ بند ہے۔ کھٹکھٹایا۔ گھر والے سو رہے ہیں۔ اب گھنٹی بجا رہے کوئی اٹھتا نہیں۔ تو جلدی سے پڑوس کے مکان میں جا کر فوراً آگ بجھائیں گے۔ اور جو کچھ بھی ہو ہر صورت میں گھر والوں کو باہر نکالنے کی کوشش کریں گے۔ تو جس طرح حسی آگ بجھانے کی فکر اور کوشش ہم کو کرنا چاہئے۔ اسی لئے میں نے جو آیت پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اسی فریضہ کو بیان فرمایا ہے۔

"وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ"

تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہئے جو اچھی باتوں کا حکم دے اور بری باتوں سے روکے۔

ماشاء اللہ ہمارے اکابر کی طرف سے ایک کام ہو رہا ہے جو سارے عالم میں پھیل چکا ہے۔ اس کے ذریعہ سے اچھی باتوں کو خوب پھیلایا جا رہا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ برائیوں کے مٹانے کی بھی جماعتی محنت ہو رہی ہے یا نہیں؟ جس طرح مساجد و مدارس اور دیگر کاموں کے لئے کمیٹیاں ہیں اور انتظام کے لئے جماعتیں ہیں اسی طرح برائیوں کے مٹانے کے لئے کوئی جماعت ہے؟ جس طرح اچھائیوں کا پھیلانا فرض کفایہ ہے اسی طرح برائیوں کے مٹانے کے لئے بھی جماعتی اعتبار سے محنت کرانا یہ بھی فرض کفایہ ہے۔ آج اس سلسلہ میں غفلت ہو رہی ہے۔

بے اصولی سے احتیاط کرنا چاہیے

اس سلسلہ میں عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ منکرات کی اصلاح کرنے سے فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ تو بھائی! بات یہ ہے کہ بے اصولی کرنے سے انتشار پیدا ہوتا ہے امر بالمعروف کا کام بھی بے اصولی سے کیا جائے تو اس میں بھی انتشار ہوگا۔ اگر یہ کام انتشار کا ذریعہ ہوتا تو شریعت میں اس کے کرنے کا حکم کیسے دیا جاتا۔ حالانکہ فتنہ و فساد شریعت میں ناپسندیدہ ہے تو اصل چیز جو فتنہ کا باعث بنتی ہے وہ بے اصولی اور حدود کی رعایت نہ کرنا اور میں اس کی ایک مثال عرض کرتا ہوں کہ آپ لوگ کسی بزرگ کی مجلس میں بیٹھے ہوں مثلاً حضرت مولانا علی میاں صاحب دامت برکاتہم بھٹکل تشریف لائے۔ فجر کے بعد ان کے پاس دس بارہ آدمی بیٹھ گئے باتیں ہو رہی ہیں۔ اتنے میں ناشتہ کا انتظام ہو گیا تو اب منتظمین کہنے لگے کہ اچھا صاحب صبح سے آپ بیٹھے ہیں جانے کا نام نہیں لیتے تو آپ لوگ بھی ناشتہ میں شریک ہو جائیں تو آپ بتائیے اس عنوان سے کتنے لوگ ناشتہ میں شریک ہوں گے؟ اگر بھوک بھی لگ رہی ہوگی تو کوئی بھی بیٹھنا گوارہ نہیں کرے گا۔ لیکن اگر اسی بات کو اس طرح کہیں کہ آپ حضرات کو ناشتہ کرانے کا جی چاہتا تھا لیکن موقع نہیں مل رہا تھا۔ خوش قسمتی سے حضرت مولانا تشریف لائے ہیں ان کے ساتھ آپ حضرات بھی ماحضر میں شرکت فرمالیں۔ اب یہ عنوان کتنا

موثر ہوگا کہ اگر اشتہا بھی نہیں ہوگی تو بھی شریک ہو جائے گا۔

حق بات کہے مگر عنوان نرم ہو

تو عنوان کا بڑا اثر پڑتا ہے آدمی حق بات کہے مگر اچھے عنوان سے دین میں جب بھی فتنہ ہوگا تو بے اصولی سے ہوگا۔ اگر آداب کی رعایت رکھی جائے تو پھر فتنہ نہیں ہوگا۔ الحمدللہ دعوت کا کام کرتے ہوئے برسوں ہو گئے مگر ٹکراؤ اور نزاع کی نوبت نہیں آئی۔ بہت سے منکرات کی اصلاح ہوئی۔ ہلکے ہلکے کوشش کی جائے پھر اس کے مفید نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ ہماری عیدگاہ میں دس ہزار کا مجمع ہوتا ہے۔ پہلے عید کی نماز کے بعد سو فی صد مصافحہ کیا کرتے تھے۔ لیکن نرم عنوان سے سمجھایا گیا بار بار بتلایا گیا کہ مصافحہ کرنا ملاقات کی سنت ہے عید کی سنت نہیں۔ اب الحمدللہ جیسے اور جمعوں میں ہوتا ہے کہ نماز کے بعد مصافحہ نہیں کرتے اسی طرح عید کی نماز کے بعد بھی مصافحہ نہیں کرتے۔ اسی طرح خطبے میں پہلے دس فیصد لوگ بیٹھتے تھے محنت کی گئی، کوشش کی گئی تو اب سو فیصد لوگ بیٹھنے لگے۔ حالانکہ پندرہ پندرہ صفیں عیدگاہ کے باہر ہو جاتی ہیں لیکن سارا مجمع سکون کے ساتھ بیٹھا رہتا ہے۔ اور جب تک خطبہ ختم نہیں ہوتا کوئی نہیں اٹھتا ہے۔ تو بات اصل میں یہ ہے کہ کام اصول کے موافق کیا جائے۔ اس سلسلہ میں مجلس دعوۃ الحق ہردوئی کی طرف سے کچھ رسائل بھی شائع ہوئے ہیں جو لوگ کام کرنا چاہتے ہیں وہ اس کا مطالعہ کر لیں اور اس کے موافق کام کریں پھر انشاء اللہ دیکھیں کہ اس کے کیا فوائد و نتائج ہوتے ہیں۔

خلاصۂ کلام

اس وقت بیان کا حاصل یہ ہوا کہ ہر شخص کی دو خواہشیں ہیں ایک یہ کہ خود نیک بنے، دوسرے یہ کہ لوگوں کو بھی نیک بنالے۔ صالح بننا اور صالح بنانا۔ مسلمانوں کے یہ دو کام ہیں۔ ان دونوں کے لئے کوششیں کرنا سب کی ذمہ داری ہے۔ ظاہر ہے کہ دونوں کے لئے طریقے ہیں۔ خود نیک بننے کے لئے سنت کا اہتمام کیا جائے۔ دوسری چیز یہ کہ اصول و آداب کی رعایت کے ساتھ برائیوں کے مٹانے کی جماعتی حیثیت کے ساتھ محنت کی جائے۔

اب دعا کر لی جائے کہ اللہ تعالیٰ ان باتوں کو قبول فرمائیں۔ ہم سب کو نیک اور صالح بنائیں۔ آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

بقیہ: حواشی صفحہ ۳۰

قائم کی جائے یا کوئی سیاسی یا جماعتی نعرہ نہ دیا جائے، اس لئے کہ اس سے رد عمل پیدا ہوگا۔ اور اس کے مقابلے کے لئے دوسری تحریک شروع ہو جائے گی۔ خاص طور سے یہ بات کسی ایسے زمانے میں کہ جب اسلامی وجود، شریعت اسلامی اور اسلامی تشخص ہی کو خطرات درپیش ہوں اور ہر طرف سے یلغار ہو ہرگز امت کے مفاد میں نہیں ہے۔

۱۵ اس تحریک اصلاح و تجدید کی تاریخ اور اس کے امام حضرت سید احمد شہیدؒ کے بارے میں واقفیت کے لئے راقم کی تالیفات (سیرت سید احمد شہیدؒ) دو حصے (جب ایمان کی بہار آئی) (تحقیق و انصاف کی عدالت میں ایک مظلوم مصلح کا مقدمہ) حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی (تقویۃ الایمان) اور مولانا غلام رسول مہر کی اس سلسلہ کی تصنیفات ملاحظہ ہوں۔ حضرت سید صاحبؒ کے ہاتھ پر چالیس ہزار مشرکین و کفار نے اسلام قبول کیا اور تین لاکھ اشخاص نے براہ راست بیعت و توبہ کی۔

(بقیہ) اینٹی بایوٹک کا استعمال

میں دی جاتی ہیں۔ یہ دوائیں انسان کی جان بچانے والی دوائیں ہوتی ہیں۔

سب سے زیادہ اور نیا مشکل مسئلہ یہ ہے کہ اکثر دوائیں اب اثر ہی نہیں کرتی ہیں۔ یہ مائکرو آرکینزم اتنے مضبوط اور طاقت ور ہو گئے ہیں کہ ANTIBIOTIC دواؤں کا ان پر اثر ہی نہیں ہوتا ہے۔ کچھ دوائیں جن کا اثر کم ہو گیا ہے وہ ہیں (۱) ISONEX جو ٹی بی کی اہم دوا مانی جاتی تھی (۲) CAMAQUIN اور CHLOROQUINE ملیریا کے لیے استعمال ہونے والی دوائیں ہیں اور (۳) کچھ ANTIFILARIAL دوائیں جو کہ فائلیریا FAILARIA میں استعمال ہوتی تھیں۔ ٹی بی (TUBERCULOSIS) میں دواؤں کے اثر میں کمی۔ کچھ جسمانی قوت (IMMUNE SYSTEM) میں گڑبڑی سے اور کچھ نئے بیکٹریا کے پیدا ہو جانے سے ہوئی ہے۔ ملیریا میں بھی کچھ نئے اور ضدی قسم کے PARASITE پیدا ہو گئے ہیں اس لیے ان دواؤں کے بجائے نئی دوا دینی چاہیے۔ (راس فینے)

دل کی گہرائیوں میں اتر جانے والا
مٹھاس کی دنیا میں ایک ہی نام
طہورا سوئیٹس
جہاں کی مٹھائیاں ہر دل کو بھا رہی ہیں
اسپیشل مٹھائیاں
افلاطون، نانخطائیاں
ڈرائی فروٹ برفی، زنجیر برفی، اخروٹ برفی
سلائی برفی، سلائی میگو، پائنا پل حلوہ
گلاب جامن، روہی حلوہ، گلاب جامن۔
نیز قسم قسم کے لڈو اور مختلف قسم کی مٹھائیاں
۴۵/۲۲۵ بلاس روڈ
ناگپاڑہ جنکشن بمبئی ۸
فون: ۳۰۸۲۷۶۳/۳۰۹۱۳۱۸

تاریخ دعوت و عزیمت جلد دوم

پروفیسر رضی احمد صدیقی

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا ایک عارف باللہ کی حیثیت سے جائزہ

جن لوگوں نے عام سوانح نگاروں اور تذکرہ نویسوں کی مدد سے شیخ الاسلام کو سمجھنے کی کوشش کی ہے وہ ان کو ایک محدث خشک اور ایک عالم ظاہر بیں سے زیادہ کا مقام نہیں دے سکے لیکن ابن قیم اور علامہ ذہبی وغیرہ نے جس طرح ان کے صفات کو بیان کیا ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شیخ الاسلام کا شمار اس امت کے عارفین اور اہل اللہ میں کیا جانا چاہئے۔

ذوق و معرفت اور ایمان حقیقی کے حصول کے لیے کوئی ایک وسیلہ نہیں ہے۔ ابتدا میں ان مقاصد کے حصول کے لیے صحبت نبوی سب سے بڑا ذریعہ تھی۔ آخر میں صحبت اور کثرت ذکر پر زور دیا گیا جس کا مدون طریقہ تصوف اور سلوک کے نام سے مشہور ہو گیا ہے۔ کچھ حالات و علامات ایسی ہوتی ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنے دینی سطح میں عوام سے بلند اور دین کی صحیح کیفیات سے بہرہ مند ہے

ذوق عبودیت

یہ کیفیت اس بات کی شہادت ہوتی ہے کہ اس شخص کا باطن یقیں سے معمور اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کبریائی سے بھرپور اور اس کے قدرت (۳) و جلال کے مشاہدے سے پر نور رہے، ذہبی کہتے ہیں "میں نے گریہ وزاری۔ اللہ تعالیٰ سے استمداد اور فریاد اور توجہ الی اللہ میں ان کی نظیر نہیں دیکھی۔ انھوں نے خود لکھا ہے کہ جب کسی مسئلہ میں ان کی طبیعت بند ہو جاتی ہے تو میں ایک ہزار بار استغفار کرتا ہوں، یہاں تک کہ اشکال رفع ہو جاتا ہے ان کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کو دولت فقر حاصل تھی وہ اکثر شعر پڑھتے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

ہاں میں تیرے در کا بھکاری ہوں اور کوئی نیا بھکاری نہیں خاندانی بھکاری ہوں اور پشتینی سائل۔ میرا باپ بھی تیرے در کا بھکاری اور میرا دادا بھی۔

ذوق عبادت

الکواکب الدریہ میں ہے "رات میں وہ تمام لوگوں سے علیحدہ رہتے تھے۔ وہ تھے اور گریہ وزاری۔ برابر قرآن مجید پڑھتے رہتے۔ نماز شروع کرتے تو ان کے اعضاء کانپنے لگتے۔ ذہبی نے لکھا ہے کہ وہ اپنے اوراد اور اذکار کی پوری پابندی کرتے تھے اور ہر حال میں جمعیت خاطر کے ساتھ ادا کرتے تھے۔

زہد و تجرید و تحقیر دنیا

شیخ علم الدین البرزالی فرماتے ہیں۔ "شروع سے آخر تک ان کی حالت یکساں رہی انھوں نے ہمیشہ فقر کو ترجیح دی۔ دنیا سے بقدر ضرورت اور برائے نام تعلق رکھا اور جو ملا واپس کر دیا الملک الناصر نے ایک مرتبہ ان سے کہا کہ میں نے سنا ہے بہت سے لوگ آپ کے مطیع ہو گئے ہیں اور آپ کے دل میں سلطنت پر قبضہ کرنے کا خیال ہے، جواب میں فرمایا کہ تمھاری اور تاتاریوں کی سلطنت مل کر بھی میری نگاہ میں ایک پیسے کے برابر نہیں ہے۔

سخاوت و ایثار

حافظ ابن فضل اللہ العمری جو ان کے معاصر ہیں لکھتے ہیں "ان کے پاس ڈھیروں سونا چاندی اعلیٰ اصیل گھوڑے، جانور املاک و اموال آتے وہ سب کا سب اٹھا کر دیدیتے۔ یوں بھی عفو و احسان۔ اعدا اور مخالفین کے ساتھ شفقت و مرحمت کا مقام مالی ایثار سے بہت بلند ہوتا ہے۔ ابن تیمیہ اس مقام پر فائز تھے۔ اپنے مخالفین اور دشمنوں کو معاف کرنا ان کا مزاج تھا۔

فروتنی اور بے نفسی

یہ وہ صفت ہے جو ہزار کرامتوں سے بلند اور ہزار فضیلتوں سے بالا ہے۔ ابن قیم فرماتے ہیں کہ ان کا کہنا تھا "خدا کی قسم میں ابھی تک برابر اپنے اسلام کی تجدید کرتا رہتا ہوں اور ابھی تک نہیں کہہ سکتا کہ کامل طور پر مسلمان ہوں۔ وہ حدیث دیگراں میں اپنے اپنا ہی حال بیان کرتے تھے۔

سکینت و سرور

شیخ الاسلام نے فرمایا "دنیا (مومن کیلئے) ایسی جنت ہے کہ جو اس میں یہاں داخل نہیں ہوا

آخرت کی جنت سے بھی محروم رہے گا۔ پھر فرمایا۔ "میرے دشمن میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ میری جنت اور میرا باغ میرے سینے میں ہے۔ میں جہاں جاؤں وہ میرے ساتھ ہے۔

کمال اتباع سنت

حافظ سراج الدین الوراق قسم کھا کر کہتے ہیں "خدا کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا ادب و احترام کرنے والا اور آپ کے اتباع اور آپ کے دین کی نصرت کی حرص رکھنے والا۔ ابن تیمیہ سے بڑھ کر نہیں دیکھا۔ علامہ ذہبی کے یہ الفاظ بھی فراموش کرنے کے قابل نہیں "سنت کے نصرت کے جرم میں ان کو بہت ڈرایا دھمکایا گیا۔ یہاں تک کہ اللہ نے ان کو سرخرو اور معزز کیا اور اہل تقوی کے قلوب کو ان کی محبت اور دعا کے لیے مجتمع کر دیا۔

فراست و کرامت

کشف و کرامت بزرگی کی دلیل نہیں مگر۔ "کرامات الاولیا حق" ان واقعات کی شہادت جو بطریق کرامت پیش آئے اس قدر مشہور اور بکثرت منقول ہیں کہ ان کا انکار ممکن نہیں۔ مسئلہ وحدت الوجود فنا۔ بقا۔ معرفت وغیرہ پر انھوں نے جو کچھ لکھا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ عملی طور پر بھی ان منازل سے گزرے ہوئے تھے۔ مسائل اور مباحث میں ان کی تحقیقات مجتہدین فن سلوک مثلاً مخدوم شیخ شرف الدین یحییٰ منیری اور امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی کے کلام اور تحقیقات سے مل جاتی ہیں۔ فنا کے اقسام اور اس کے مراتب و مقامات کی اپنے رسالہ عبودیت میں بڑی اچھی تفصیل بیان کی ہے۔ ان کی تصنیفات میں اس طرح کی تحقیقات اور علوم صحیحہ بہت ہیں۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ کا تجدیدی و اصلاحی کام

شیخ الاسلام کے کارناموں کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ عقیدۂ توحید کی تجدید (۲) فلسفہ و منطق اور علم کلام کی تنقید اور کتاب و سنت کے طرز و اسلوب کی ترجیح (۳) غیر اسلامی ملل و فرق کی تردید (۴) فکر اسلامی کا احیاء۔

عقیدہ توحید کی تجدید

بہت سے لوگ مُردے کو خدا کا درجہ اور اُس کی قبر کے مجاور کو پیغمبر کا رتبہ دیتے ہیں۔ ان جہلا میں بہت سے لوگ قبر پرستی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ وہ خدا کی طرف سے تو بے خوف ہوتے ہیں۔ اور صاحب مزار کے لیے خوف اور خشیت دل میں رکھتے ہیں۔ یہ اللہ اور شعائر اللہ سے استہزا اور استخفاف کرتے ہیں۔ بعض صاف صاف کہتے ہیں کہ ان کے شیخ انبیا اور مرسلین سے افضل تھے۔ اس اولیا پرستی اور قبر پرستی کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ زیارت گاہیں عوام و جہال کی قبلہ حاجات بن جائیں ابن تیمیہ کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ فتنہ کتنا جڑ پکڑ چکا تھا۔ مصر کی فاطمی سلطنت ختم ہو چکی تھی مگر اس کے اثرات باقی تھے۔ باوجود اس کے کہ طاقتور اسلامی سلطنتیں باقی تھیں اور بڑے بڑے کبار محدثین و فقہا موجود تھے۔ مگر یہ گمراہیاں عام تھیں۔ امام ابن تیمیہ نے ان مشرکانہ اعمال و رسوم کے خلاف جہاد اور تجدید کا علم بلند کیا۔ انھوں نے اپنی تحریروں میں صاف صاف لکھا کہ دعا غیر اللہ سے بالکل جائز نہیں اور یہ شرک صریح ہے انھوں نے حضرت ابن عباس کا ارشاد بیان کیا کہ بت پرستی کی ابتدا قبروں سے ہوئی۔

امام صاحب نے لکھا کہ ملائکہ اور انبیا سے (اُن کے انتقال کے بعد) دعا کرنا ایک نیا دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے شروع نہیں کیا۔ نہ کسی نبی کو اس کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ اور نہ کوئی آسمانی کتاب اس کی تائید میں نازل فرمائی۔ ابن تیمیہ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ یہ لکھا کہ کسی زندہ ہستی سے بھی کسی ایسی چیز کا مطالبہ جو اسباب دنیاوی سے ماورا ہو جائز نہیں ہیں انھوں نے واسطہ کی دو قسمیں بتائیں۔ ایک طرف اللہ نے فرمایا فرشتوں اور آدمیوں میں سے اللہ ہی چن لیتا ہے۔ جو ان واسطوں کا منکر ہے وہ کافر ہے۔ مگر وہ واسطہ جو رزق۔ نصرت اور بھولے بھٹکے کو راستہ بتلانے کے خدا اور بندوں کے درمیان سمجھا جائے شرک ہے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ مسجدیں جو قبروں پر بنائی گئی ہیں جن کو مشاہد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ایک بدعت ہے حدیث صحیح کی طرف اشارہ فرمایا "جو لوگ تم سے پیشتر تھے وہ قبور کو مساجد بناتے تھے۔ دیکھو یاد رکھنا قبروں کو مسجد نہ بنانا۔ میں تم کو اس سے روکتا ہوں۔" امام صاحب کا فیصلہ ہے کہ مشاہد کے موجد فرقہ باطنیہ سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں۔ یہ مشاہد زیادہ تر جعلی ہیں۔

ابن تیمیہ کی کتابوں کے اثر سے ایسے ارباب دعوت و عزیمت پیدا ہوتے رہے جنھوں نے اپنے اپنے زمانہ کے مشرکانہ عقائد و رسوم کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔

فلسفہ و منطق و علم کلام کی تنقید

یونانی فلسفہ و منطق کی کتابوں کا ترجمہ خلیفہ منصور (۱۳۶ھ) سے شروع ہو گیا تھا، پھر مامون نے اس کی شاہانہ سرپرستی کی۔

ارسطو کی کتابوں نے عالم اسلامی کے علمی و درسی حلقوں میں بہت زیادہ مقبولیت حاصل کی اور وہی فلسفہ یونان کا نشان بن گیا۔ مختلف دور میں علمائے فلسفہ نے اس پر تنقید کی اور امام غزالی تو فلسفہ کے مدمقابل ہوئے اور امام رازی نے بھی اس کو اپنا نشانہ بنایا۔ لیکن عالم اسلام کا وہ حصہ جو فلسفہ یونان کا علمبردار تھا۔ ارسطو کی شخصیت اور عظمت سے مسحور تھا۔ فارابی نے لکھا ہے کہ افلاطون اور ارسطو فلسفہ کے موجد اور اس کے مبادی اور اصول کے بانی اور مرتب ہیں۔ بوعلی سینا نے بھی لکھا ہے کہ آج تک ارسطو کی تحقیقات پر کوئی اضافہ نہیں ہوسکا۔ ابن رشد کو تو ارسطو کی ذات میں تناقی الشیخ کا درجہ حاصل ہے۔ نصیر الدین طوسی جو محقق طوسی کہلاتے ہیں وہ ارسطو کو عقل کل کا درجہ دیتے تھے اور امام رازی کے مقابلہ میں ارسطو کے فلسفہ کی حمایت کرتے تھے۔

ابن تیمیہ نے یونانی فلسفہ وحکمت کی مدلل تنقید کی اور ایک طرح سے ارسطو سے حریفانہ گفتگو اور علمی مناظرہ کیا۔ ابن تیمیہ نے علم طبیعات و ریاضیات کو الٰہیت سے مختلف گردانا اور اس سلسلے میں علمائے یونان کی ذہانت کا اعتراف کیا۔ ان کا اصلی میدان فلسفہ الٰہیات تھا اور ان کا خیال تھا کہ فلاسفہ یونان اس سلسلے میں جہل مرکب میں مبتلا تھے۔ وہ حیرت میں تھے کہ ان اقوال و قیاسات کو لوگ انبیاء کے علوم و حقائق کے سامنے لاتے ہیں اور انھوں نے ان فلاسفہ کی بے بضاعتی اور کوتاہی کو اجاگر کیا ابن تیمیہ کی یہ بڑی باریک بینی تھی کہ انھوں نے یونان کے فلاسفہ متقدمین میں اور متاخرین میں فرق کیا اور کہا کہ ارسطو کے بیشتر غیبی حقائق اور دینی مفاہیم اور تصورات سے زیادہ قریب تھے اس کی وجہ انھوں نے یہ لکھی کہ قدمائے فلاسفہ کو ان ملکوں میں آنے جانے کا اتفاق ہوا۔ جہاں انبیاء مبعوث ہوئے تھے لیکن ارسطو کو اس کا موقع نہیں ملا۔

ابن تیمیہ نے لکھا کہ فلاسفہ اسلام یونان کے مقلد محض ہیں اور ابن سینا حقیقت و منصب نبوت سے ناآشنا ہے۔ ان کے نزدیک متکلمین و فلاسفہ نے ایک ہی طرح کی غلطی کا ارتکاب کیا کہ انھوں نے قیاس سے اس چیز کو حاصل کرنا چاہا جو قیاس سے حاصل نہیں ہوسکتی اور فطرت و نبوت دونوں سے کشمکش اور زور آزمائی کی۔

پھر انھوں نے منطق یونان پر تبصرہ کیا اور کہا کہ منطق علوم عقلیہ کی میزان نہیں اور بہت سے منطقی حدود و تعریفات جامع اور فنی طور پر مکمل نہیں۔ منطق کے لیے انھوں نے لکھا کہ یہ کوہ کندن وکاہ برآوردن کا عمل ہے دین و الٰہی حقائق کے بارے میں منطق بے بس ہے۔

امام ابن تیمیہ کا یہ مجتہدانہ کارنامہ ایک چراغ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

غیر اسلامی ملل وفرق کی تردید

شیخ الاسلام کے زمانے میں مذاہب میں سے صرف عیسائیت اور فرقوں میں سے صرف شیعیت دو زندہ تحریکیں اور طاقت ور مذاہب تھے۔ ابن تیمیہ نے انھیں دونوں کو اپنی مستقل اور منفرد تصانیف کا موضوع بنایا۔ اس وقت عالم عیسائیت کی ایک نئی تحریک شروع ہوئی تھی۔ ۶۸۵ھ میں جب تاتاری دمشق میں فاتحانہ داخل ہوئے تو عیسائیوں نے شہر سے نکل کر ان کا استقبال کیا۔ وہ صلیب کو بلند کیے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ یسوع مسیح کا دین غالب آیا۔

سائپرس سے عیسائیوں کی ایک مناظرانہ تصنیف شام پہنچی جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ رسولؐ کی بعثت عمومی نہیں۔ آپ صرف عربوں کے لیے تھے اور مسیحی آپ پر ایمان لانے کے لیے مکلف نہیں۔ ابن تیمیہ نے اس کے رد میں چار جلدوں پر مشتمل ایک کتاب لکھی جس میں انھوں صرف صفائی نہیں پیش کی بلکہ مسیحیت کی بنیادوں پر حملہ کیا۔ شیخ محمد ابوزہرہ مصر کے مشہور فاضل نے رائے دی "امام ابو تیمیہ کی مناظرانہ تصنیفات میں یہ کتاب سب سے زیادہ ٹھنڈی اور پرسکون ہے۔ یہ کتاب تنہا ان کو باعمل علماء مجاہدانہ اور غیر فانی مفکرین کا مرتبہ دلانے کے لیے کافی ہے ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ مسیحیت حضرت عیسیٰ کی تعلیم اور رومی بت پرستی کا مجموعہ ہے اور موجودہ مسیحیت عہد قسطنطین کی تصنیف ہے۔ امام ابن تیمیہ کے نزدیک انجیل کے چار صحیفوں کی حیثیت سیرت اور حدیث کی عام کتابوں سے زیادہ نہیں اور ان کتابوں کے معنی تفسیر اور احکام میں تحریف واقع ہوئی ہے ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ نصاریٰ الفاظ انبیا کو سمجھے نہیں اور الفاظ۔ ابن، اور روح القدس مشترک اور عام ہیں۔ اس کتاب میں ابن تیمیہ نے ان علمائے مسیحیت کے اقوال اور کلام نقل کئے ہیں جو توحید اور حضرت مسیح کے عبدیت کے قائل تھے۔ ابن تیمیہ نے ثابت کیا کہ رسولؐ کی بعثت عامہ ہے اور آپ کی نبوت کے اقرار کے بغیر نجات نہیں ہوسکتی یوں تو اپنی تصنیفات میں شیخ الاسلام نے شیعیت کا جابجا رد کیا ہے لیکن ایک معاصر شیعی عالم ابن المطہر الحلی کی کتاب انوار شیعیت و امامت کے جواب منہاج السنۃ النبویہ تصنیف کی (باقی ص ۱۳ پر)

س:۔ جس گھر میں میت ہو جاتی ہے، اس کے پڑوسی اس کے لئے کھانا پکا کر بھیجتے ہیں کیا ایسا کرنا شرعاً درست ہے۔؟

ج:۔ جس گھر میں میت ہو جائے اس کے پڑوسیوں کے لئے مستحب ہے کہ کھانا پکا کر بھیجیں۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ جب (میرے والد) حضرت جعفرؓ کی شہادت کی اطلاع آئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا پکوا کر بھیجو اس لئے کہ انھیں ایسی مصیبت پہونچی ہے کہ انھیں خود کھانا پکانے اور کھانے کا ہوش نہیں ہے"

(ابوداؤد، ترمذی)

س:۔ کیا میت کے کفن کی گرہیں کھول دینا چاہیے؟

ج:۔ ہاں! قبر میں لٹانے کے بعد سر اور پاؤں کی طرف سے میت کے کفن کی گرہیں کھول دینا مستحب ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نعیم بن مسعود اشجعیؓ کو قبر میں اتارا تو آپ نے اپنے دہن مبارک سے ان کے کفن کی گرہیں کھولیں (المغنی جلد ۳ ص ۳۸۲)

س:۔ کیا غیر مسلم کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے؟

ج:۔ ہاں! غیر مسلم کے ساتھ کھانا، پینا جائز ہے مگر ان سے جگری دوستی اور محبت جائز نہیں ہے کیونکہ ایسی دوستی میں شرک و مشرکانہ امور کی برائی دل سے دور ہوسکتی ہے اور گہری دوستی کی وجہ سے عملی شرک میں تو مبتلا ہو ہی سکتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔

س:۔ غیر مسلم کی امداد کرنا کیسا ہے؟

ج:۔ غیر مسلم اگر مدد کا محتاج ہو اور اپنے اندر مدد کرنے کی استطاعت ہو تو ضرور کرنا چاہیے حسن سلوک تو خواہ کسی کے ساتھ ہو اچھی بات ہے۔

س:۔ غیر مسلم کا ہدیہ قبول کرسکتے ہیں؟

ج:۔ ہاں! غیر مسلم کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔

س:۔ سجدہ میں جاتے ہوئے پائجامہ کو اوپر کھینچنا کیسا ہے؟

ج:۔ ایسا کرنا مکروہ ہے اس طرح کی عادتوں سے احتراز لازم ہے۔

س:۔ بیماری یا کمزوری کی بنا پر اپنی حیات میں حج بدل کرالے تو معتبر ہے یا نہیں؟

ج:۔ معتبر ہے لیکن اگر اس کا عذر جاتا رہا تو اس کو حج خود کرنا ہوگا۔

س:۔ شوہر کے انتقال کے بعد عورتیں فوراً عورت کے زیور اتار دیتی ہیں اور چوڑیاں توڑ دیتی ہیں اور سرخ کپڑے بھی پہننے نہیں دیتی ہیں یہ کیسا ہے؟

ج:۔ شوہر کے انتقال کے بعد عورت کو زینت ترک کر دینا چاہئے اور چار مہینہ دس دن تک زینت نہیں اختیار کرنا چاہئے، زیور اتار دینا چاہئے اور چوڑیاں بھی اتار دینا چاہئے۔ سرخ کپڑے بھی نہیں پہننا چاہئے، سادہ لباس پہننا چاہئے، چوڑیاں اتاری جائیں گی توڑی نہیں جائیں گی۔

س:۔ شوہر کے انتقال کے بعد میکہ والے عورت کو بیوہ کی صورت میں جوڑا (کپڑے) بنا کر لاتے ہیں یہ کیسا ہے؟

ج:۔ اس کی کوئی اصل نہیں ہے، البتہ اگر میکے والے دلجوئی کی خاطر ہدیۃً کپڑے وغیرہ دیں تو اس کی گنجائش ہے۔

س:۔ میت کے پاس سورۂ یٰسین اور تبارک الذی پڑھنا کیسا ہے؟

ج:۔ میت کو غسل دینے سے پہلے اس کے قریب قرآن پاک نہیں پڑھنا چاہئے، دور ہٹ کر پڑھ سکتے ہیں، غسل دینے کے بعد قریب بھی پڑھ سکتے ہیں، مذکورہ سورتوں کو بھی میت کے پاس پڑھ سکتے ہیں۔

بقلم خود — خطابت کی سحر کاریاں

ایک شخص قیصر کی ہی فیاض طبع و غریب پرور آدمی تھا۔
دوسرا۔ کیا ہی شریف و کریم تھا۔
تیسرا۔ تاجل تباہ و برباد ہیں۔
چوتھا۔ انتقام! انتقام!
پانچواں۔ ہم بروٹس کا گھر جلا کر رہیں گے۔
اس کے بعد طوفانی مجمع سڑکوں پر لہریں مارتا ہوا نظر آنے لگا ٹھیک اسی طرح جس طرح ذخار سمندر میں موجیں بل کھاتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔
انٹونیو۔ (تنہا اپنی جگہ پر) اے تاریک شب! اے بھیانک نقشہ! میں نے ہی تجھ کو تیری خوابگاہ سے اٹھایا ہے پس تو جا اور اپنا کام کر۔ تو مشتعل ہو جا اور سقف آسمان اور فرش زمین کو جلا کر خاک سیاہ کر دے
دیکھو یہ کس قدر عبرت ناک منظر ہے کہ رومی قوم نے ابھی قیصر کی غلامی سے پورے طور پر نجات بھی نہیں پائی تھی کہ انٹونیو نے اپنے دام عبودیت میں ان کو جکڑ دیا جاہل و غلام ملک کی یہی حالت ہوتی ہے یا تو وہ صاحب تاج و تخت کے زیر نگیں ہوتا ہے۔ یا کسی جادو بیان خطیب کے دام سحر کا شکار (ترجمہ)

امرت بھی زہر بھی

ڈاکٹر رعنا سراج

اینٹی بایوٹک کا استعمال

مرض اور انسان کا رشتہ بہت پرانا ہے۔ جب سے انسان نے دنیا میں قدم رکھا ہے اس کو یہاں رہنے میں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اسی میں ایک بریشانی بیماری کی بھی ہے۔ ذرا سی لاپرواہی ہوئی نہیں کہ کسی نہ کسی مرض نے اسے آگھیرا ظاہر ہے پھر اس سے نپٹنے کے لیے دوا کی ایجاد بھی بہت ضروری ہوئی۔ قدیم زمانہ میں لوگ زیادہ تر امراض کا علاج جڑی بوٹیوں اور درختوں کی چھال وغیرہ سے کیا کرتے تھے لیکن وقت کے ساتھ امراض کے علاج اور دواؤں کی تحقیق و جستجو میں نئے نئے طریقے اپنائے جانے لگے اب آج کل زیادہ تر دوائیں لیب میں بنائی جاتی ہیں یہ دنیا چھوٹے چھوٹے مائکرو آرگینزم (MICROORGANISM) سے بھری ہوئی ہے۔ جو یوں تو ہمیں نظر نہیں آتے مگر ان کو اگر مائکروسکوپ سے دیکھا جائے تو یہ چلتے پھرتے نظر آتے ہیں ان میں بھی کچھ اس قدر چھوٹے ہوتے ہیں کہ وہ خالی (ELECTRONIC MICROSCOPE) میں ہی نظر آتے ہیں لیکن یہ سب بے انتہا خطرناک ہوتے ہیں اور زیادہ تر امراض انہیں کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ یہ ہمارے جسم پر حملہ کر دیتے ہیں۔ اور ہم بیماری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ مائکرو آرگینزم، پروٹوزوا (PROTOZOA) وائرس (VIRUS) فنجائی (FUNGI) اور بیکٹریا (BACTERIA) وغیرہ ہوتے ہیں ان کا اثر ہونے پر فوراً دوا لینی پڑتی ہے یہ دوائیں اس طرح کی ہوتی ہیں کہ یہ مائکرو آرگینزم کو تو ختم کر دیتی ہے لیکن انسانی جسم کو زیادہ نقصان نہیں پہونچاتی ہیں۔

یہ اینٹی بائیوٹک (ANTIBIOTIC) دوائیں انسانی جسم میں دو طرح سے کام کرتی ہیں۔ پہلے گروپ کی دوائیں بیکٹریا (BACTERIA) کو بڑھنے سے روکتی ہیں۔ جس سے وہ دھیرے دھیرے ختم ہو جاتے ہیں۔ اور دوسرے گروپ کی دوائیں بیکٹریا کو مار کر انھیں ختم کر دیتی ہیں۔ ان دواؤں کے استعمال کے علاوہ جو بہت اہم بات ہے وہ انسانی جسم کی خود کی طاقت (NATURAL DEFENCE OF BODY) ہوتی ہے اور یہی طاقت انسان کو صحتمند رکھنے میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔

PAUL EHLIRCH نام کے سائنس داں نے سب سے پہلے انیلین (ANLLINE) نام کی دوا کا استعمال اینٹی بایوٹک دوا کے طور پر کیا۔ ۱۹۲۸ء میں فلیمنگ (FLEMING) نے پینسلین (PENICILLIN) نام کی دوا ایک حادثہ کے طور پر ایجاد کی ۱۹۳۹ء میں فلوری (FLOREY) اور چین (CHAIN) نے اسے الگ کیا اور بتایا کہ یہ مائکرو آرگینزم (MICRO ORGANISM) سے ہی بنائی گئی دوائیں ہیں جنھیں دوسرے مائکرو آرگینزم پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد (PENICILLIN) میں کچھ تبدیلیاں کر کے بعض دوائیں بنائی گئیں۔ اب (ANTIBIOTIC) دواؤں کا سلسلہ چل پڑا اور اب تو بازار میں ایسی کئی دواؤں کی بھرمار ہے، یہ صحیح ہے کہ ان دواؤں کے ذریعہ انسان کو بہت سی بیماریوں کا علاج مل گیا ہے جس میں ٹی۔ بی (TUBERCULOSIS) اور جزام (LEPROCY) جیسے خطرناک مرض بھی شامل ہیں جو MICRO ORGANISM سے ہوتے ہیں۔ لیکن ان دواؤں کے اکثر مضر اثرات بھی ہوتے ہیں PENICILLIN اور دوسری SUIPHADRUGS اگر کسی مریض کے جسم کو موافق نہیں آتی ہیں تو اکثر یہ دوائیں بہت خطرناک ثابت ہوتی ہیں ان سے گردوں میں خرابی آسکتی ہے اور وہ کام کرنا بند کر دیتے ہیں۔ دماغی موت بھی (NERVOUS DEATH) ہوسکتی ہے یا پھر دل کا دورہ بھی پڑ سکتا ہے۔ یہ تو بہت تیز قسم کے مضر اثرات ہیں۔ دوسرے اثرات جو زیادہ تر ان دواؤں سے بھی ہوتے ہیں جیسے کہ

(۱) سارے بدن پر چکتے پڑ جانا (۲) ایکدم شدید کھجلی پورے بدن پر ہونے لگنا (۳) ہونٹوں اور بدن کے دوسرے حصوں پر ورم آجانا (۴) دل کی دھڑکن کا بہت تیز ہو جانا یا پھر بہت کم ہونا (۵) خون کا دباؤ گھٹ جانا (۶) کانوں سے اکثر کم سنائی دینے لگنا جو بڑھ کر بہرا پن بھی ہو جاتا ہے (۷) کچھ دواؤں سے عارضی طور پر پیشاب، تھوک، یہاں تک کہ آنسو بھی سُرخ ہو جاتے ہیں

ان دواؤں کے اتنے مضر اثرات کے باوجود بھی ان کا استعمال بند نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے استعمال سے پہلے احتیاط ضروری ہے۔ سب سے پہلی چیز تو یہ ہے کہ زیادہ مضر دواؤں والے گروپ کو دینے سے پہلے TESTDOSE دے کر ان کا اثر دیکھ لیا جائے۔ اگر مضر اثر ہو تو اس کو ختم کرنے والی دوا فوری طور پر مریض کو دینی چاہئے۔ اگر بدن میں کھجلی ہونے لگتی ہے تو AVIL۔ یا PHENARGAN۔ وغیرہ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ قے ہونے کی صورت میں PERINORM یا STEMETIL۔ وغیرہ کا استعمال ہوتا ہے۔ CORAMINEMEFENTINE۔ ADRENALIN۔ وغیرہ دوائیں زیادہ بڑے ری ایکشن

(باقی صـ ۲۱ پر)

مطالعہ کی ٹیبل پر

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

شمس الحق ندوی

نام کتاب: اقوالِ سلف حصہ چہارم
مرتب: مولانا محمد قمر الزماں صاحب
ناشر: مکتبہ دار المعارف الہ آباد ۲۰۴ بخشی بالار
قیمت: ۹۰ روپیہ

اقوال سلف کے نام سے مولانا محمد قمر الزماں صاحب زید مجدہ کی تین جلدیں شائع ہو چکی تھیں جن پر تعمیر حیات میں تبصرہ بھی شائع ہو چکا ہے، یہ تینوں جلدیں شائع ہو کر مقبول عام ہو چکی ہیں یہ چوتھی جلد اویس زمانہ حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی ۱۳۱۳ھ سے لے کر ۱۳۷۷ھ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ تک اس صدی کے جو اہم بزرگ و اہل اللہ گزرے ہیں ان میں سے ۴۸ حضرات کے مختصر حالات زندگی کے ساتھ ساتھ ان کے اقوال زریں لائے ہیں جو اہل علم و معرفت اور طالبین حق کے لئے بے بہا تحفہ ہیں۔ یہ کتاب چودھویں صدی ہجری کی علمی و دعوتی تاریخ کا انمول موتی ہے، چونکہ درد مندان اسلام اور اہل اللہ کے احوال و کوائف کے ساتھ ان کے گراں قدر ملفوظات بھی کتاب میں شامل ہیں اس لئے قاری کو اس کے پڑھنے میں بڑا لطف آتا ہے چونکہ قاری دوران مطالعہ بہاروں کے ایک چمن سے دوسرے چمن میں منتقل ہوتا رہتا ہے اور نئے نئے گل بوٹوں سے لطف اندوز و سیراب ہوتا ہے اس لئے کتاب ہاتھ میں لینے کے بعد ختم کئے بغیر اس کو چین نہیں آتا اور جب کتاب ختم ہوتی ہے تو اس طرح کہ آتش شوق بھڑک چکی ہوتی ہے اور سوچنے لگتا ہے کہ یہ ملکوتی صفات رکھنے والے حضرات ہماری ہی طرح کے انسان تھے دنیا کے یہ سارے جھمیلے جو ہمارے ساتھ لگے ہوئے ہیں ان کے ساتھ بھی لگے تھے پھر انھوں نے کس طرح دنیا کی دلفریبیوں سے دامن بچا کر اپنا مومنانہ و داعیانہ کردار ادا کیا اور اسلاف کے ہم اخلاف کس راہ پر چل رہے ہیں ان بزرگوں کے حالات زندگی کے تصویر کا صحیح خدوخال اقبال کے اس شعر میں آجاتا ہے ؎

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہے آفاق

کتاب کے تبصرہ میں احوال و کوائف اور گرانقدر ملفوظات کے کچھ نمونے بھی پیش کئے جا سکتے ہیں لیکن ہم تبصرہ کو زیادہ طول نہ دے کر یہی کہیں گے کہ کتاب ہاتھ میں لیجئے اور اپنے ذوق طلب کو شوق کے پانی سے غسل دے کر پڑھنا شروع کر دیجئے پھر دیکھئے کیا ملتا ہے، البتہ ناشر و طابع نے کتابت و طباعت کا وہ معیار نہیں قائم رکھا جو معیار کتاب کا ہے کہیں کہیں حرف اڑے ہوئے ہیں، پروف کی غلطیاں بھی ہیں۔

نام کتاب:- گفتار نسیم
مجموعۂ کلام:- جناب نسیم بنارسی صاحب
ناشر:- ادارہ البحوث الاسلامیہ، جامعہ سلفیہ، بنارس۔

شعری مجموعے تو بہت شائع ہوتے رہتے ہیں لیکن حال میں شائع ہونے والے مجموعوں میں جناب نسیم صاحب کے اس مجموعۂ کلام میں جو مقصدیت دینی غیرت و حمیت، مومنانہ فراست و بصیرت داعیانہ جوش و جذبہ، مردانہ لیکن حکیمانہ حق گوئی و بے باکی اور نعت و مناجات کے عنوان سے اللہ و رسول کی ذات سے والہانہ عشق و محبت کی جو برق تپاں نظر آئی کم مجموعوں میں نظر آتی ہے۔

نسیم صاحب کے اشعار میں جہاں بندۂ مومن کی شان بے نیازی، دنیا لے دوں کی بے ثباتی کے ساتھ ساتھ دعوت فکر آخرت ہے وہیں ظالم و قسی القلب کو نصیحت و تنبیہ بھی اور بندۂ مومن کو یہ وعظ و پند بھی کہ آزمائش سے ارادوں میں قوت و طاقت پیدا ہوتی ہے۔ بقول کسے ؎

آزمائش ہے نشان بندگانِ محترم
جانچ ہوتی ہے انھیں کی جن پہ ہوتا ہے کرم

نمونہ کے چند اشعار سے پورے مجموعہ کا اندازہ لگا لیجئے۔ غیرت ایمانی ؎

نسیم اپنی غیرت نہ بیچیں گے ہرگز
جو سر چاہتے ہو لے جاؤ سر کو

ظالم کو تنبیہ ؎

نشیمن پھونکنے والے ذرا تو ہوش میں آجا
انھیں شعلوں کی زد میں آئے گا تیرا نشیمن بھی

امتحان باعث تقویت ہے ؎

جب جب بھی لگی ٹھوکر ہم کو ترے رستہ میں
واللہ ارادوں کو کچھ اور جواں دیکھا

عشق حقیقی ؎

دل میں تری الفت کی گر شمع فروزاں ہو
یہ تیرگی چھٹ جائے یہ رات گذر جائے

نعت ؎

دیا دل کو کس نے مرے سوز ایماں
مدینہ کی بادِ بہاراں سے پوچھو

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے بارہویں اجلاس احمد آباد کے سلسلے میں
ایک اہم میٹنگ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے بارہویں اجلاس کی تیاری کے سلسلہ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں شبلی کتب خانہ کے ناظم مولانا محمد مرتضیٰ مظاہری اور استاذ مولانا عبدالقادر صاحب گجراتی احمد آباد گجرات تشریف لے گئے۔ مولانا کی آمد پر مفتی احمد خانپوری، مفتی عبدالسلام، مفتی اسماعیل اور جناب حسن صاحب وغیرہ تشریف لائے۔ مدرسہ عربیہ فیضان القرآن سرس پور والوں کی دعوت پر خصوصی میٹنگ سے قبل ایک مشورتی میٹنگ رکھی گئی جس میں شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص متبع سید بچو بھائی بھی تشریف لائے۔ اجلاس کی کامیابی کے لئے ..... مولانا فضل احمد دامت برکاتہم سے دعا کی درخواست بھی کی گئی۔

جامعہ حسینیہ کے مہتمم ..... مولانا اسماعیل صاحب موٹا کو اس مجلس کا صدر منتخب کیا گیا۔

مجلس کی کارروائی تلاوت کلام پاک سے شروع ہوئی۔ مفتی احمد خانپوری نے مسلم پرسنل لا بورڈ کی تاریخ، غرض وغایت، اہمیت وافادیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اور بورڈ کی خدمات کے موضوع پر مفتی اسمٰعیل کتھاروی نے جامع اور بڑی مؤثر تقریر فرمائی۔ اور نظامت جناب مولانا غلام محمد دستانوی صاحب نے کی۔ اور جانی ومالی، علمی وقانونی قربانی دینے کے لیے حاضرین مجلس سے اپیل کی تو جملہ حاضرین نے بیک آواز لبیک کہا اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے دو اہم رسالوں کی اشاعت کی ذمہ داری بھی لی۔ اور نقد رقوم کی پیش کش بھی کی۔ اس سلسلہ میں پریس کمیٹی اور فنڈ کمیٹی کی تشکیل بھی کی گئی۔

صدر جلسہ کی تقریر سے قبل مولانا محمد مرتضیٰ صاحب مظاہری نے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا پیغام اپنے لفظوں میں پیش کیا، جلسہ کی کارگردگی کے لئے اطمینان ظاہر کیا، یہ جلسہ صدر مجلس مولانا اسماعیل موٹا کی دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

بمبئی کے قارئین تعمیر حیات سے

بمبئی کے قارئین تعمیر حیات حضرات سے گذارش ہے کہ تعمیر حیات کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں وہاں ای کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants

TEL: 3762220/3728708

اسپیشل چائے ۲۴ نمبر اور ۱۲ نمبر حاصل کیجئے

44, Haji Building,
S.V. Patel Road, Null Bazar, Bombay 400 003.
Tele: Add CUPKETTLE Tel. 862220/8728708

دعائے مغفرت

دارالعلوم کے طالب علم محمد ثاقب کی بھوپی کا تقریباً ۶۵ برس کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کے انتقال کے ایک ہفتہ بعد طالب علم کے چچا کا بھی جو ۵۰ سال کے تھے حرکت قلب بند ہوجانے سے انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

مولانا برہان الدین سنبھلی کی ہمشیرہ کا انتقال

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے استاذ تفسیر وحدیث مولانا برہان الدین سنبھلی کی بڑی ہمشیرہ کا مختصر علالت کے بعد ۱۹ رمئی ۱۹۹۵ء کو انتقال ہوگیا۔ مرحومہ بڑی عابدہ، زاہدہ، خلیق وملنسار ہونے کے ساتھ فن تجوید سے واقفیت رکھتی تھیں۔ صبر وشکر ان کا خاص وصف تھا۔ صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں عمر ۷۰ سال تھی۔

قابل افسوس بات یہ ہے کہ مولانا برہان الدین اور ان کے برادر خورد سلطان الدین صاحبان اپنی علالت کے سبب تجہیز وتکفین میں شرکت نہ کرسکے۔ لیکن مولانا کی اہلیہ اور ان کے صاحبزادگان اطلاع ملتے ہی سنبھل کے لئے روانہ ہوگئے۔

تمام قارئین سے دعائے مغفرت اور پس ماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی درخواست ہے۔

بقیہ: مطالعہ حدیث کی بنیادی باتیں

کی کسی بھی کتاب کے لئے یہ بہترین دیباچہ ... اور مقدمہ ہے۔ ۵

علم حدیث کے طلبہ اور مطالعہ کرنے والوں کے لئے سب سے ضروری یہ ہے کہ وہ اپنی نیتوں کی تصحیح کریں، اپنے اندر اخلاص واحتساب پیدا کریں، تقرب الی اللہ کا جذبہ بیدار کریں، اس کے ثواب اور توفیق کی امید رکھیں، اور طلب دنیا اور مادی اغراض ومقاصد کو دل سے نکال دیں، شہرت وناموری اور حصول دنیا کا جذبہ ان کے اندر نہ ہو، اگر بغیر مقصد وارادہ کے بھی یہ بات دل میں پیدا ہو تو اس کو کھرچ دیں۔

۲۔ ایمان واحتساب اور حدیث نبوی کی قدر ومنزلت کی معرفت کے ساتھ ساتھ اس کا وہ ادب واحترام جو اس کے شایان شان ہے، تواضع وفروتنی کا اظہار اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطا فرمائی ہوئی توفیق وسعادت پر اس کا شکر بجالانا بھی ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں حدیث کے مدرسین ومعلمین اور اس کی قدر پہچاننے والے اور اس توفیق الٰہی پر اس کا شکر کرنے والے طلبۂ حدیث کے عجیب ومحیر العقول واقعات تاریخ کی زینت ہیں کہ کس طرح وہ اس کے درس ومطالعہ کے وقت باوضو رہتے اور آداب ملحوظ رکھتے اور انصاف سے کام لیتے، اور جس نے اس کے خلاف کیا، احادیث اور کتب حدیث کے ساتھ سوء ادب اور اہانت کا معاملہ کیا اور سخت تنقیدیں کیں، ان کے بارے میں ایسے واقعات موجود ہیں، جن کو سن کر رونگٹے کھڑے ہوجائیں کہ کس درجہ وہ الحاد وبے دینی کا نشانہ بنے اور غضب الٰہی کا مورد ٹھہرے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں اور طالبان علوم دینیہ کو اس دردناک انجام سے محفوظ فرمائے۔

۳۔ قرآن مجید سے یہ بات ثابت ہے کہ بعثت شریفہ کے بنیادی مقاصد میں تعلیم کتاب وسنت اور تزکیۂ نفوس ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ" ۶

جس طرح (نعمتوں کے) ہم نے تم میں تمہیں میں سے ایک رسول بھیجا ہے جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور تمہیں پاک بناتے اور کتاب (یعنی قرآن) اور دانائی سکھاتے ہیں اور ایسی باتیں بتاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔

اور فرماتا ہے:۔

"لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ" ۷

خدا نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:۔

"هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ" ۸

اور وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمدؐ کو) پیغمبر بنا کر بھیجا، جو ان کے سامنے ان کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے اور انہیں (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے تو لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

تو تزکیۂ نفوس ان بنیادی مقاصد میں سے ہے، جن کی وجہ سے بعثت ہوئی، اور ان بڑے مظاہر میں سے ہے کہ جن میں معجزۂ نبوی، شریعت اسلامی اور اسوۂ رسولؐ کا ظہور ہوا اور یہ مسئلہ اخلاق کی تہذیب، فضائل سے آراستہ ہونے اور رذائل سے پاک ہونے کا ہے، کہ وہ مسلمان جو اس نبوی مدرسہ وتربیت گاہ کے تربیت یافتہ ہیں، اخلاق کی بلندی، انسانی اقدار میں کامل نمونہ ہوں اور یہ سب کچھ نور نبوت اور تعلیمات نبوی کا فیضان ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی عملی تفسیر ہوں کہ:۔

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا" ۹

اور تم کو پیغمبر خدا کی پیروی (کرنی) بہتر ہے (یعنی) اس شخص کو جسے خدا (سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی امید ہو اور وہ خدا کا ذکر کثرت سے کرتا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے لفظ حکمت کو متعدد جگہوں پر ان ہی اخلاق وآداب نبوی کے لئے استعمال فرمایا ہے۔ ۱۰

اس مسئلہ (تہذیب اخلاق وتزکیۂ نفوس) کی اہمیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد بجا کر سے بھی ظاہر ہوتی ہے، آپ نے فرمایا "انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق" میں اس لئے مبعوث کیا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کردوں، تو یہ اس کی بہترین مثال اور افضل ترین نمونہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ" ۱۱

تو خاص طور سے کتب حدیث ودواوین سنت سے استفادہ کرتے وقت تزکیۂ نفوس، تہذیب اخلاق، اتباع سنت، تعلیمات وآداب نبوی کی پیروی کے پہلو کی طرف توجہ کی ضرورت ہے، ہر حدیث کا طالب علم چہ جائیکہ معلم ومحقق ہو، اس کو لوگوں کے

اخلاق و معاملات میں، طور و طریق میں اسوہ و نمونہ ہونا چاہئے، علم حدیث اور سیرت و سنت سے اشتغال کی تاثیر اس کی زندگی سے نمایاں ہو، اس کا طور و طریق اس کی تاثیر پر ایک روشن دلیل ہو اور یہ لوگوں کو (خاص طور پر ان ممالک میں کہ جن میں اکثریت غیر مسلموں کی ہو یا وہاں مغربی تہذیب کا غلبہ ہو) اس امتیاز و فارق کے اسباب پر غور و فکر پر آمادہ کرے اور اسلام و سیرت نبوی کے مطالعہ پر مجبور کرے۔ یہ دعوت اسلام کا ایک بہترین ذریعہ اور بغیر کسی ذرائع ابلاغ کے دعوت و اشاعت کے متوجہ کرنے کا ایک اچھا راستہ ہے۔

اس مقصد کی تکمیل کے لئے خاص طور پر ان احادیث صحیحہ کی کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے جن میں خاص طور پر اس موضوع پر توجہ کی گئی ہے۔

ان اہم ترین کتابوں میں، امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری کی "الادب المفرد" ہے دوسری کتاب جو اسی موضوع پر تصنیف کی گئی وہ حافظ کبیر ذکی الدین عبد العظیم مقدری دمشقی کی "الترغیب والترہیب" ہے جو چار ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی۔

تیسری کتاب جو مشہور و مقبول ہے امام ابو زکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی کی ریاض الصالحین ہے [۱۳]

اخیر میں یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہئے کہ وہ مذاہب فقہیہ جن پر زمانہ قدیم سے عمل چلا آرہا ہے، جن میں احکام کے استنباط و استخراج کے بنیاد کتاب پر ہے ان کو ہدف ملامت نہ بنایا جائے، اس لئے کہ یہ بے موقع صلاحیتوں کو ضائع کرنا اور دوست سے برسرپیکار ہونا ہے [۱۴] بیشک اجتہادی اختلافات کے اظہار کی گنجائش موجود ہے، بشرطیکہ نیت درست ہو، زہد و تقویٰ اور اخلاص پایا جاتا ہو، کتاب و سنت کا احترام ہو، اور ان کو اساس اول قرار دیا جائے، اور جن کو اللہ نے قبولیت و مقبولیت فرمائی اور شہرت و عموم سے نوازا اس کا بھی احترام کیا جائے۔

ان تمام چیزوں کے بجائے تمام تر توجہات اور اللہ کی دی ہوئی صلاحیتیں کتاب و سنت کی تحقیق و مطالعہ اور قرآن و حدیث سے استدلال میں صرف کی جائیں اور اللہ تعالیٰ نے جو زور بیان، قوت خطابت و استدلال عطا فرمایا ہے ان کو شرک و بدعات اور ان کے مظاہر کی تردید میں لگایا جائے، خاص طور پر ان ملکوں میں جہاں اسلام عجمی فاتحین کے ذریعہ داخل ہوا۔ اور جہاں اکثریت غیر مسلموں کی ہے اور مسلمان بھی ان ہی کے رسوم و عادات اور عقائد و تقلیدات میں ملوث ہوں اور جہاں طویل طویل وقفے ایسے گذرے ہیں کہ حدیث شریف کے مطالعہ و تحقیق، اس کی نشر و اشاعت قرآن مجید میں غور و فکر اس کی تعلیمات کا علم اور علاقائی زبانوں میں اس کی نشر و اشاعت کا کام بند رہا ہے جیسا کہ ہمارے ملک ہندوستان کا مسئلہ ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے صاحبزادگان و خلفاء، خاص طور پر حضرت سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید اور ان کے اصحاب مولانا ولایت علی صادق پوری اور مولانا کرامت علی جونپوری کے طریقہ کار کو اپنایا جائے جن میں آخر الذکر کے ذریعہ بنگلادیش میں لاکھوں اشخاص کے عقائد کی تصحیح ہوئی وہ بدعات سے تائب ہوئے۔ [۱۵]

نوٹ:۔ یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ راقم نے اس رسالہ میں صرف ان کتب حدیث اور شروح کا ذکر کیا ہے جن کا راقم کو علم ہو سکا یا ان سے استفادہ کیا گیا، ممکن ہے کہ بعض اہم شروح کا ذکر اس میں رہ گیا ہو تو یہ کتاب کوئی دائرۃ المعارف یا کتب حدیث کی فہرست نہیں ہے، اس کا اکثر حصہ اہم کتب خانوں سے بعید مقامات پر قیام کے دوران تحریر کیا گیا ہے۔

تو اس کو کسی مذہبی تعصب، خاص فقہی مسلک یا کسی خاص مکتب فکر کی طرف توجہ دلانے پر نہ محمول کیا جائے۔

والقدر عند کرام الناس مقبول

---

[۱] صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب من صام رمضان ایمانا واحتسابا۔ [۲] صحیح بخاری۔ کتاب الصوم، باب فضیلۃ لیلۃ القدر [۳] صحیح ترمذی۔ [۴] صحیح بخاری کتاب الایمان۔ [۵] اس میں اس شخص کے لیے بھی جواب موجود ہے جو امام بخاریؒ پر یہ اعتراض کرتا ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب کی ابتداء حمد و صلاۃ سے نہیں کی اور نہ ہی اس کی غرض و غایت بتائی، اور نہ موضوع کی تحدید کی اس لیے کہ یہ حدیث بجائے خود ایک بہترین دیباچہ اور خطبہ ہے۔ [۶] سورہ بقرہ آیت۔ ۵۔ [۷] سورہ آل عمران آیت۔ ۱۶۴۔ [۸] سورہ جمعہ آیت۔ ۲۔ [۹] سورہ احزاب آیت ۲۱۔ [۱۰] سورہ لقمان آیت۔ ۱۲۔ [۱۱] امام مالک نے موطا کی بلاغات میں یہ روایت ذکر کی ہے۔ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ یہ روایت مختلف سندوں سے حضرت ابوہریرہؓ اور دوسرے صحابہؓ سے متصل منقول ہے، امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت ابوہریرہ سے اس کو صحیح سند کے ساتھ مرفوعاً نقل کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں، انما بعثت لاتمم صالح الاخلاق۔ [۱۲] سورہ قلم آیت۔ ۴۔ [۱۳] اس فہرست میں راقم سطور کے والد حضرت مولانا حکیم سید عبد الحی حسنی صاحبؒ کی تہذیب الاخلاق بھی شامل ہے، جو دار العلوم ندوۃ العلماء کے نصاب میں بھی داخل ہے۔ [۱۴] اس موضوع پر حجۃ اللہ البالغہ و ازالۃ الخفاء کے مصنف حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ کی کتاب "الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف" کا مطالعہ کیا جائے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ تقابلی مطالعہ نہ کیا جائے اور مذاہب فقہیہ کو احادیث کے سامنے پیش نہ کیا جائے اور احادیث کی معتمد و صحیح کتابوں سے دلائل و مؤیدات سے بحث نہ کی جائے جیسا کہ متقدمین علماء کبار نے بھی کیا ہے، مقصود صرف یہ ہے کہ ان مذاہب فقہیہ کے خلاف جن کی اساس کتاب و سنت پر ہے اور امت کا بڑا طبقہ اس پر عمل کرتا چلا آرہا ہے کہ کوئی ایسی متحمس تحریک یا جماعت نہ

باقی ص ۳۱ پر

سرکارؐ کے دربار میں

رشید کوثر فاروقی

میری بھی سن لیجئے بپتا میں بے حد شرمندہ ہوں
توبہ کرکے خدا کے گھر سے آپ کے در تک آ تو گیا
مکے میں بھی حال برا تھا پر کچھ کچھ کھلتی تھی زباں!
ٹانگیں تھر تھر کانپ رہی ہیں سر لڑتا ہے ستونوں سے
سنتا ہوں نہ سمجھتا ہوں کچھ، مجھ کو یہ بھی ہوش نہیں
منہ سے رسولؐ اللہ کہوں تو یا اللہ نکلتا ہے!
جیسے کوئی ان پڑھ اعرابی، جیسے کوئی ان گھڑ بدوی
اہل مدینہ کہتے ہوں گے جانے کہاں سے یہ آ نکلا
مجھ کو ہمیشہ شبہ رہا ہے اپنے منافق ہونے کا
ثروت دنیا سب کچھ سمجھی، دولت ایماں کچھ بھی نہیں
اے اپنے اسلاف سے برتر! آپ سے مجھ کو نسبت کیا؟
دادا عالم، نانا عارف، ماں معصومہ، باپ ولی!
مجھ سے کسی کو پیت نہیں ہے، میرا کوئی میت نہیں
چھوڑ کے قرآں جہل جہاں پر کتنے برس برباد کیے!
کھیل تماشا، سیر سپاٹا، رگوں راگنیوں کی دھن
موج اڑانا کھانا پینا، دکھیاروں کا درد نہیں
سوٹ بھی پہنا بوٹ بھی پہنا پوچھنے والا کوئی نہیں
پھینک کے چپو مورکھ ناوک جس نیا میں چھید کرے
ہندوستان میں رہ کر میں نے کیسا نمونہ پیش کیا
نعت کہی تو نیت یہ تھی سب میری تعریف کریں
مجھ سے وہ کتا اچھا جو اس ڈیوڑھی کا طوافی ہو!
کاش میں کوئی پکھیرو ہوتا کاش خس خودرو ہوتا
کاش نہ جنتی مجھ کو مری ماں، کاش نہ دیتی دودھ مجھے
آپ کا پیار و شال سمندر تھاہ کنارا کوئی نہیں
میں اندھا مری لاٹھی بھی گم کوس کڑے رین اندھیاری
پھرتا تھا جو بھاگا بھاگا میں ہوں وہی تن کا موہی
اور جو نہ آتا کس در جاتا کس دوارے کی شرن لیتا
اس پاپی کے کرتوتوں کی گھور سیاہی کیسے مٹے
میں نے خدا سے دنیا چاہی دے دی لیکن روٹھ گیا
چھین کے سب جو مجھ کو دیا ہے اپنی خوشنودی دیدے
یہ تو کس برتے پہ کہوں میں میری شفاعت فرمادیں
بیوی بچے دوست اقارب سب کے من میں جھانک لیا
لاکھوں کروڑوں گنوانوں میں اک چاکر نرگن بھی سہی

میں بے حد شرمندہ ہوں آقا میں بے حد شرمندہ ہوں
بیاکل جی اب تک نہیں ٹھہرا میں بے حد شرمندہ ہوں
یہ میرا منہ اور مدینہ میں بے حد شرمندہ ہوں
آنکھیں جھر جھر، منظر دھندلا میں بے حد شرمندہ ہوں
کس نے ٹوکا کس نے ہٹایا میں بے حد شرمندہ ہوں
جیسے سڑی، پاگل، دیوانہ میں بے حد شرمندہ ہوں
حد ادب سے بھی بے بہرہ میں بے حد شرمندہ ہوں
ہکلا، بہرا، تولا، اندھا میں بے حد شرمندہ ہوں
اور مسلماں کہتی ہے دنیا میں بے حد شرمندہ ہوں
اتنا اوچھا، اتنا چھچھورا میں بے حد شرمندہ ہوں
میں نے لٹا دی عزت آبا میں بے حد شرمندہ ہوں
میں کم بخت کپوت کمینہ میں بے حد شرمندہ ہوں
یا گم نام ہوں یا ہوں رسوا میں بے حد شرمندہ ہوں
نادانش کو دانش سمجھا میں بے حد شرمندہ ہوں
کیسا کن رسیا، انکھ رسیا میں بے حد شرمندہ ہوں
ایسا جینا کس مصرف کا میں بے حد شرمندہ ہوں
کملی گدڑی والے مولا میں بے حد شرمندہ ہوں
اس نیا کا کون کھویا، میں بے حد شرمندہ ہوں
کیسا اٹھایا دین کا جھنڈا میں بے حد شرمندہ ہوں
آپ کے نام پہ اپنا ڈھنڈورا میں بے حد شرمندہ ہوں
چکھ لے جس کا ایک نوالہ میں بے حد شرمندہ ہوں
جرح قیامت سے بچ جاتا میں بے حد شرمندہ ہوں
کاش میں بچپن میں مر جاتا میں بے حد شرمندہ ہوں
میری آنکھیں گنگا جمنا میں بے حد شرمندہ ہوں
آپ کا چاروں کھونٹ اجالا میں بے حد شرمندہ ہوں
من کے ہاتھوں پکڑا آیا میں بے حد شرمندہ ہوں
اور کہاں تھا میرا ٹھکانا میں بے حد شرمندہ ہوں
اس کے سوا اب اور کہے کیا میں بے حد شرمندہ ہوں
اب کس منہ سے مانگوں عقبیٰ میں بے حد شرمندہ ہوں
آپ کا رب اور میرا داتا میں بے حد شرمندہ ہوں
کالے منہ سے بمشکل نکلا میں بے حد شرمندہ ہوں
آپ بھی کیا دیں گے نہ سہارا میں بے حد شرمندہ ہوں
آقا آقا میرے آقا میں بے حد شرمندہ ہوں

اورے غلام کچھ آواز آئی، ہم کو یہ تیری ادا بھائی
روئے جا اور یوں ہی کہے جا میں بے حد شرمندہ ہوں